ماہنامہ
نقیبِ ختم نبوت ملتان

10 اکتوبر 2014ء —— ذوالحجہ 1435ھ

''اگر علماء اب بھی متحد نہ ہوئے تو پھر خونیں انقلاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسلام کے دشمن، مساجد کو ویران اور دینی مدارس کو برباد کرنے کی سازشیں کررہے ہیں۔ یہ فتنوں کا دور ہے۔ جو لوگ نفاذِ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، عوام انھیں پرکھیں۔ اسلام کا نام لے کر جمہوریت کی بات کرنے والے اور اسلام کے ساتھ کسی بھی نظام کی پیوند کاری کرنے والے دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ پے در پے شکستوں کے بعد اب اُنھیں اس مکروہ دھندے کے جنجال سے آزاد ہو کر اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ:

☆ اسلام سب سے بڑی صداقت ہے۔

☆ اسلام، کفر کے سہاروں کا محتاج نہیں۔

☆ اسلام کو خالصتاً اسلام کے نام پر ہی نافذ کیا جا سکتا ہے۔''

جانشین امیر شریعت
مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ
اجتماعِ احرار، ظاہر پیر، ۱۵؍جون ۱۹۷۵ء

- صحابۂ کرام، خصوصاً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے سیدنا علی اور خانوادہ حسنین رضی اللہ عنہم کی متواتر رشتہ داریاں
- امامِ مظلوم، شہیدِ مدینہ، خلیفۂ راشد، سیدنا عثمان سلام اللہ و رضوانہٗ علیہ
- آگ، قاتلِ عثمانؓ کا عبرتناک انجام
- میری کہانی......! افادات: امام اہلِ سنّت، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- اکھاڑا بن گیا ہے تخریب و سازش کا یہ ملک آخر
- قادیانی لابنگ اور ہماری سیاسی جماعتیں!
- اوکاڑہ میں عوام نے قادیانیوں سے سرکاری اسکول کا قبضہ چھڑا لیا
- ہماری اخلاقی پستی، مظلومیت اور ذلت کا اصل سبب

مجلسِ احرارِ اسلام

چیچہ وطنی کے زیرِ اہتمام

چوتھے مرکزِ احرار

رحمٰن سٹی اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر جاری ہے، 25 مرلے رقبہ پر مسجد، مدرسہ، دفتر، ختمِ نبوت اکیڈمی اور ڈسپنسری تعمیر کی جائے گی، بنیادوں کا کام مکمل ہو چکا ہے کُل لاگت کا ابتدائی تخمینہ تقریباً ایک کروڑ روپے ہے نقد یا تعمیراتی سامان دونوں شکلوں میں جملہ اہلِ خیر سے تعاون کی درخواست ہے!

نوٹ پختہ تعمیر سے پہلے عارضی کمرہ بنا کر 27/ جون 2014ء سے نماز جمعۃ المبارک پانچ وقت نماز اور ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 3-1306	نیشنل بینک آف پاکستان
برانچ کوڈ نمبر: 0760	جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

اکاؤنٹ ٹائٹل: دار العلوم ختمِ نبوت بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی

ترسیل زر و رابطہ: عبد اللطیف خالد چیمہ (مدیر مراکزِ احرار چیچہ وطنی)
دفتر دار العلوم ختمِ نبوت، جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

منجانب: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی
040 -5482253
0300-6939453

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

یادگار: حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 25 شمارہ 10 اکتوبر 1435ھ — ذوالحجہ 2014ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت پیرجی ابن امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین

محمد نعمان سنجرانی

nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد 0300-7345095

تشکیل

دل کی بات:	اکھاڑا بن گیا ہے تخریب و سازش کا یہ ملک آخر	مدیر	2
شذرات:	قادیانی لابنگ اور ہماری سیاسی جماعتیں!	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار:	مفتی امان اللہ اور دیگر علماء کا قتل	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	6
〃	اوکاڑہ میں عوام نے قادیانیوں سے سرکاری اسکول کا قبضہ چھڑا لیا	سیف اللہ خالد	8
〃	ہماری اخلاقی پستی، مظلومیت اور ذلت کا اصل سبب خواصِ امت کی خدمت میں ایک خادمانہ عرض داشت	یحییٰ نعمانی	10
ادبیات:	مفاہیم تعلیمات حدیث	محمد رمضان سہیل	19
〃	شہید مدینہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	20
〃	منقبت در مدح سیدہ زینب بنت علی سلام اللہ علیہا	سلمان قریشی	21
دین و دانش:	امام مظلوم، شہید مدینہ، خلیفۂ راشد، امیر المومنین سیدنا عثمان سلام اللہ و رضوانہ علیہ	سید عطاء المنان بخاری	22
〃	آگ، قاتلِ عثمان کا عبرتناک انجام	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	27
〃	صحابۂ کرام، خصوصاً سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے سیدنا علی اور خانوادہ حسنین رضی اللہ عنہم کی متواتر رشتہ داریاں (قسط:۲)	مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی	29
حسنِ انتخاب:	افادات: امام اہل سنت جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ "میری کہانی"	مرتب: سید محمد کفیل بخاری	34
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط:۴۰)	پروفیسر خالد شبیر احمد	38
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی / ڈاکٹر محمد عمر فاروق	44
اخبار الاحرار:	خاتم النبیین کانفرنس گولڑہ شریف میں حاضری کا احوال قافلۂ احرار رواں دواں، سید محمد کفیل بخاری کا دورۂ خیبر پختون خواہ	ادارہ	47
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— 200/- روپے

بیرون ملک ——— 4000/- روپے

فی شمارہ ——— 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　مدیر

''اکھاڑا بن گیا ہے تخریب وسازش کا یہ ملک آخر''

یوں تو روزِ اوّل سے وطن عزیز پاکستان مشکلات ومصائب کی زد میں ہے لیکن اپنی عمر کے ساتھ ساتھ بتدریج مسائل کی آماجگاہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ ڈیڑھ ماہ پہلے ۶۸ ویں جشنِ آزادی کے موقع پر اسلام آباد میں جس نئے تماشے کا آغاز ہوا، اس نے سیاسی، معاشی و اقتصادی اور تہذیبی و اخلاقی طور پر ملک کو دیوالیہ کر دیا ہے۔ عالمی استعماری قوتوں اور اُن کے ایجنڈے پر ناچنے والے سیاسی بازی گروں نے حالات کو ایسے رُخ پر لا کھڑا کیا اور ملک کو بحرانوں کے بھنور میں ایسا پھنسایا ہے کہ نکلنے کی کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی۔ بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ:

غیر ممکن ہے کہ حالات کی گتھی سلجھے
اہل مغرب نے بہت سوچ کے الجھائی ہے

یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا۔ اس کے پس منظر میں ایک طویل منصوبہ بندی ہے جسے سیاست دانوں کی نااہلی اور ناقص کارکردگی نے عملی جواز فراہم کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قیامِ پاکستان کے موقع پر پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ کا نعرۂ رستاخیز بلند کیا گیا اور بانی پاکستان محمد علی جناح نے پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ قرار دیا، اسلام تو کیا نافذ ہونا تھا یہاں سے اسلام کو نکالنے اور اسلامی قدروں کو مٹانے کے مسلسل تجربات کیے جا رہے ہیں۔ مجھے یہاں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۹۴۳ء میں جالندھر کے ایک خطاب کا اقتباس یاد آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

> ''تم یہاں اسلام کی بے بسی پر روتے ہو! فرنگی اس خطے پر اسلام نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہاں صرف وہی کچھ باقی بچے گا جو انگریز چاہتا ہے۔ وہ اسلام کو اتنا سر بلند بھی نہیں دیکھنا چاہتا کہ تمھیں کفر برداشت نہ ہو اور اسلام کو مٹانا بھی نہیں چاہتا کہ تمھیں اسلام کے نام پر لڑایا نہ جا سکے..... لعنت بر پدرِ فرنگ۔''

وطن عزیز پاکستان کے موجودہ حالات سو فیصد اسی نقشے کی غمازی کر رہے ہیں۔ دین اسلام اور اہل دین کی بے بسی، فرقہ وارانہ فسادات، علماء اور دانشوروں کا قتل، سیاسی انتشار، افراتفری، خود غرضی، قومی و ملکی مفادات سے غداری، معاشی ناہمواری، عریانی و فحاشی اور بد تہذیبی کے فروغ میں حزب اقتدار اور حزبِ اختلاف دونوں طرف کی قیادت نے نہایت مکروہ کردار ادا کیا ہے۔ دھرنا پارٹیوں نے جن مسائل کی نشان دہی کی ہے اور جو شکایات کی ہیں وہ جمہوری نظام کا ''حصہ اور حسن'' ہیں۔ ایک پاکستان کیا پوری دنیا میں اس نظام کے یہی نتائج نکل رہے ہیں۔ انتخابی اصلاحات اور شفاف انتخابات کا نظام رائج بھی کر دیا جائے تو پھر بھی دھاندلی ہو گی۔ جمہوری نظام کو دنیا پر مسلط کرنے والے عالمی طاغوت کے اپنے مفادات ہیں جن کا وہ ہر قیمت پر تحفظ کرے گا۔ اس نے کبھی بھی جمہوری نظام سے مسلمانوں کو فائدہ نہیں پہنچنے دیا۔ ماضی میں فلسطین، مصر، عراق، ترکی اور افغانستان کے حالیہ انتخابات اس کی

واضح مثالیں ہیں۔عوام کو حکومت سے جائز شکایات ہیں۔احتجاج اسی کا ردِّ عمل ہے۔بجلی اور گیس کی قیمتوں میں اضافے در اضافے نے عوام کا جینا محال کر دیا ہے۔خان صاحب کا نیا پاکستان اور قادری صاحب کا انقلاب عوامی مسائل کے حل کے لیے ہوتا تو قابلِ قبول تھا۔لیکن دھرنوں کے ذریعے فحش کلچر اور ناچ گانے کے فروغ کے ساتھ ساتھ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو مسمار کرنے اور آئین میں طے شدہ دینی بنیادوں کو منہدم کرنے کا ایجنڈہ کسی صورت قبول نہیں۔حکمران اپنے اقتدار کے ڈانواں ڈول ہونے کی وجہ سے پریشان ہیں۔استعفے یا مڈٹرم الیکشن کے مطالبوں نے اُن کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں۔یہ اُن کے مسائل ہیں عوام کے نہیں۔ حکمران اگر عوامی مشکلات و مسائل کو حل کرنے کی طرف توجہ دیتے اور ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرتے تو حالات یہ رُخ اختیار نہ کرتے۔پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس نے حکمرانوں کو کچھ سنبھالا تو دیا مگر اس میں شامل تماشائی اپنے اپنے مفادات کے لیے جمع ہوئے تھے۔اُن کی رنگ برنگی بولیاں اُن کی منافقت کی چغلی کھا رہی ہیں۔اسلام ہی ہمارا عقیدہ ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ ہماری دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں اسلام ہی سے وابستہ ہیں۔حکمران قیامِ پاکستان کے مقاصد پورے کر دیں تو اس گرداب سے ایک ہی جھٹکے میں نکل سکتے ہیں ورنہ یونہی ڈبکیاں لیتے رہیں گے اور اس نظام کا جھولا اسی طرح ہچکولے کھاتا رہے گا۔ آخر میں قائد احرار جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ کی ایک نظم کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں جن میں موجودہ صورتِ حال کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔

تماشا ہے کہ سب دانا بنے ہیں احمق اور جھلّو
سمجھ انجام گلشن کا کہ ہے ہر شاخ پر اُلّو
عجب حالات ہیں اپنے ، ہے کون اِن کو جو سلجھائے
وہی دانا ہے جو اپنا بچالے دامن اور پلّو
اِدھر جمہوریے ہیں ، پیلپے ہیں اور لیگی ہیں
اُدھر دہریے ، مرزائی ، سبائی ، بونگے ہیں اور گلّو
اِدھر بہروپیوں سے دین میں گڑبڑ گھٹالا ہے
سیاست ہے اُدھر چُرّیٹ ، دھوکا گھپلا اور جُھرلو
مصافِ زندگی میں کوئی بھی حق کا نہیں ساتھی
مگر کہنے کو سب عاشق ، فَاِنْ جُزْءٌ وَلَو کُلّو
فقط اغراض کی ہے جنگ اور گھمسان کا رن ہے
کہ لیڈر ڈوبنا چاہیں تو کافی اُن کو ہے چُلّو
اکھاڑا بن گیا ہے تخریب و سازش کا یہ ملک آخر
خدا حافظ ہے ورنہ اس کو مشکل ہے نظر بٹّو

عبداللطیف خالد چیمہ

قادیانی لابنگ اور ہماری سیاسی جماعتیں!

قیامِ ملک کے فوراً بعد قادیانی فتنے نے اپنی ریشہ دوانیوں سے وطنِ عزیز کو نقصان پہچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور جہاں عالمی استعمار، قادیانیوں کو اپنے مہرے کے طور پر استعمال کر رہا ہے وہاں قادیانی مختلف سیاسی جماعتوں میں اپنے گوشے بنا کر اسلام اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی سا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، کم وبیش ڈیڑھ ماہ سے اسلام آباد میں جاری دھرنے اپنے منطقی انجام کی طرف جا رہے ہیں۔ ''آزادی اور انقلاب'' سے موسوم دونوں دھرنوں کے ''ایام اور ایجنڈے'' میں کیا کیا قدر مشترک ہے یہ تو عیاں ہو چکا ہے اور سابق آرمی چیف جنرل (ر) اسلم بیگ تاریخ کے ریکارڈ پر جو کچھ لے آئے ہیں کیا اس سے صرفِ نظر ممکن ہے؟ لیکن ہمارے لئے مزید پریشانی واضطراب کا باعث یہ ہے کہ جناب عمران خان نے 16 ستمبر 2014ء کو اسلام آباد میں دھرنے کے دوران خطاب میں یہ کہا کہ ''وہ اقتدار میں آ کر پروفیسر عاطف میاں کو وزیر خزانہ بنائیں گے''۔ اس پر مزید تبصرے سے پہلے ہم روزنامہ اوصاف لاہور میں شائع ہونے والی یہ رپورٹ نقل کرنا چاہیں گے۔

> لاہور (وقائع نگار) پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے اپنی کابینہ بنانے پر عملی کام کا آغاز کر دیا ہے۔ پاکستانی نژاد امریکی قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم پروفیسر عاطف میاں ''وزیراعظم'' عمران خان کے وزیر خزانہ ہوں گے، معاملات طے پا گئے، قادیانیوں کو سابق وزیراعظم اور پیپلز پارٹی کے بانی رہنما ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا قادیانی اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد نہیں رکھ سکتے ان پر اذان دینے کی بھی پابندی عائد کی گئی ہے۔ قادیانیوں کی کثیر آبادی پر مشتمل شہر ربوہ سے...... جس کا نام تبدیل کر کے چناب نگر رکھ دیا گیا ہے...... چھپنے والی اخبار ''دی ربوہ ٹائمز'' (www.rabwah.net) نے اپنی 16 ستمبر کی اشاعت میں انکشاف کیا ہے کہ عمران خان قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے 39 سالہ پروفیسر عاطف میاں کو اپنی مستقبل قریب کی کابینہ میں وزیر خزانہ بنائیں گے اس حوالے سے ان کے ساتھ معاملات بھی طے پا گئے ہیں۔ اخبار مزید لکھتا ہے کہ عاطف میاں پاکستانی نژاد امریکی شہری ہے وہ نائجیریا میں پیدا ہوا بچپن میں ہی پاکستان آ گیا پرنسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر آف اکنامکس کے طور پر کام کر رہا ہے۔ اخبار مزید لکھتا ہے کہ عاطف میاں احمدیہ مسلم کمیونٹی کے رکن بھی ہیں۔ آئی ایم ایف کی طرف سے جاری کی گئی 25 رکنی فہرست میں شامل ہیں جو آئندہ دہائیوں میں با اثر اکانومسٹ ہوں گے۔ اس خبر کی صداقت جاننے کے لیے عمران خان اور تحریک انصاف کے دیگر ذمہ داران سے بار بار رابطہ کی کوشش کی گئی تاہم اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ (''روزنامہ اوصاف لاہور'' صفحہ اول، 18 ستمبر 2014ء)

اس خبر کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنے پلیٹ فارم سے اور بعض دوستوں نے اپنے اپنے طور پر عمران خان کے اس اعلان کی میڈیا پر مذمت کی جو اب بھی جاری ہے۔ تحریک انصاف کے ذرائع نے اس تنقیدی مہم کا بہت برا منایا اور بالواسطہ اور بلاواسطہ اپنے ردعمل کا بھرپور ابلاغ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ عمران خان کو کیا معلوم کہ (عاطف میاں) قادیانی ہے؟

☆ عمران خان نے تو ایسے ہی ایک اکانومسٹ کا نام لیا ہے

☆ عمران خان تو قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں۔

☆ آپ عمران خان سے مل لیں!

☆ کیا قادیانیوں کا اتنا بھی حق نہیں کہ ان کو وزارت خزانہ نہ دی جائے؟

جنابِ والا! عمران خان ابھی دھرنے پر ہیں اور انجام کار اس کی کامیابی ابھی تک غیر یقینی ہے۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ وہ ایک موہوم کامیابی سے بہت پہلے ہی اپنی وزارت خزانہ جیسے اہم منصب کے لیے میرٹ پر ایک شخص کا نام لے کر اسے نامزد بھی فرمارہے ہیں اور وہ جانتے بھی نہیں کہ وہ اعتقادی طور پر کون ہے؟

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پھر عمران خان کو پروفیسر عاطف میاں سے بہتر فردوزیرِ خزانہ کے لیے کوئی ملا ہی نہیں یادیا ہی نہیں گیا؟ یہ ایک مستقل سوال ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ عمران خان قادیانیوں کو غیر مسلم ہی سمجھتے ہیں۔ ہم نے کب کہا کہ آپ نہیں سمجھتے۔ سوال گندم، جواب چنا!

جناب والا! قادیانی قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج اور آئین پاکستان کی رو سے ملک کی ساتویں غیر مسلم اقلیت ہیں۔ قادیانی اپنی متعینہ اسلامی وآئینی حیثیت اور دائرے کو تسلیم کرنے سے نہ صرف انکاری ہیں بلکہ اس کے خلاف مسلسل مہم چلارہے ہیں۔ قادیانی خود کو مسلمان اور دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔

جناب عمران خان! اس ملک کے مفادات کو پاکستان کے پہلے وزیرِ خزانہ موسیو ظفر اللہ خان نے جو زخم لگائے، ایم ایم احمد نے منصوبہ بندی کمیشن کے ذریعے پاکستان کو جو نقصان پہنچایا۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں قادیانیوں نے جو کردار ادا کیا آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے ملک کے ایٹمی پلانٹ کی تفصیلات جس طرح امریکہ کو فراہم کیں کیا آپ اس سب کچھ سے بے خبر ہیں؟ نہیں! ہم قومی سطح کے آپ جیسے پولیٹیکل لیڈر سے ایسی بے خبری کی توقع نہیں کرسکتے۔ تو پھر آپ خود یہ وضاحت فرمادیں کہ

☆ تحریک انصاف کے قیام کے وقت آپ نے مدد کے لیے ربوہ اپنے نمائندے کو قادیانیوں کے پاس کیوں بھیجا تھا۔

☆ صوبہ خیبر پختونخواہ میں حکومت ملی تو عبداللطیف نام کے ایک شخص کو اٹارنی جنرل کیوں بنایا تھا؟

☆ کے پی کے، کے تعلیمی نصاب سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفاء راشدین اور اسلامی ابواب کیوں خارج کیے گئے؟

☆ دھرنے کے دوران دو دفعہ آپ نے پروفیسر عاطف میاں کو (قبل از وقت) وزیرِ خزانہ بنانے کی نوید کس کی ڈکٹیشن پر سنائی تھی؟ کہیں یہ کسی خادم کا حق الخدمت تو نہیں؟ جناب والا! ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ غور فرمائیں کہ کس کلچر کو آپ فروغ دے رہے ہیں اور گوہر شاہی اور قادیانی فتنے کی ہمدردیاں حاصل کرکے مسلمانوں کے اعتقادات اور جذبات مجروح کرنے سے آخر کون سی سیاسی کامیابیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

جناب والا! ہمارا مسئلہ آپ کی سیاسی حمایت یا مخالفت کا ہرگز ہرگز نہیں ہم تو آپ کو باخبر کررہے ہیں کہ جناب آستین کے اس سانپ سے بچ جائیں ورنہ یہ موذی آپ کو بھی ڈسنے سے باز نہیں آئے گا! وما علینا الا البلاغ

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

مفتی امان اللہ اور دیگر علماء کا قتل

مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار راولپنڈی پر ایک بار پھر آسمان ٹوٹ پڑا۔ بانی مدرسہ مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، مہتمم مدرسہ مولانا اشرف علی کے صاحبزادے مفتی امان اللہ کو شہید کر دیا گیا۔ اہلِ سنت نشانہ پر تو پہلے ہی تھے۔ ہفتے عشرے بعد سُنّی علما شہید کیے جا رہے تھے۔ سپاہ صحابہ کے چوٹی کے علما مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا مختار سیال، علامہ ایثار القاسمی، علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی، علامہ علی شیر حیدری، علامہ عبدالغفور ندیم، علامہ شعیب ندیم، مولانا اعظم طارق رحمہم اللہ اور دیگر کئی نامور فقید المثال حضرات شہید ہوتے رہے، یہ لوگ اہلِ سنت محاذ کے صف اوّل پر تھے۔ پھر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ اور دارالعلوم کراچی جیسے چوٹی کے علمی مراکز کے علماء پر ہاتھ اٹھایا گیا۔ اس کے بعد تو کراچی میں درجنوں علماء اور ہزاروں اہلِ سنت کو دہشت گردوں کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا، شہید کیا گیا۔

گزشتہ محرم میں دہشت گردوں کو پنجاب کا ٹارگٹ بھی دے دیا گیا۔ مفتی منیر معاویہ، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کو اور ان کے بعد کئی چوٹی کے ذمہ دار امن پسند علماء کو شہید کر دیا گیا...... محرم کے جلوسوں کا بہانہ بنا کر راجہ بازار کو حفاظتی پولیس دستوں کی ہمراہی کے باوجود جلا کر خاک کر دیا گیا۔ راجہ بازار میں ہزاروں طلباء کی مرکزی علمی درس گاہ مدرسہ تعلیم القرآن کو نشانہ بنایا گیا۔ کئی طلباء کو پکڑ پکڑ کر ذبح کیا جاتا رہا۔ قرآن مجید کے نسخوں کو بدتمیزی سے اٹھا کر طلباء اور جمعہ کی نماز کے لیے آئے نمازیوں کے سروں پر مارا جاتا رہا...... جامعہ حفصہ کی تاریخ دہرائی گئی مگر وہاں تو وطن فروش، بدلگام کمانڈو غیر مشرف تھا۔ یہاں سول نواز حکومت، صوبائی اور مرکزی تخت و تاج کی مالک تھی۔ دہشت گردوں نے خود کار اسلحہ اور چھریوں سے حملہ کیا تو پولیس کے ذمہ دار افسروں سمیت تمام محافظ دستے بھاگ گئے۔ صرف بھاگ نہیں گئے اپنا سرکاری اسلحہ دہشت گردوں کے حوالے کر گئے۔ فوج طلب کی گئی، ہفتہ عشرہ کرفیو نافذ کر دیا گیا اور جامعہ حفصہ کی شہید طالبات کی لاشوں کی طرح یہاں جامع مسجد راجہ بازار کے شہیدوں اور شہید طلباء کو خفیہ طور پر کہیں دور منتقل کر دیا گیا...... جوانوں نے ہی قبریں کھودیں اور شہیدوں کے وارثوں کو بتائے بغیر دفن کیا جاتا رہا۔

اہلِ سنت تنظیموں نے احتجاجی جلوس نکالے تو ان کے ذمہ داروں کو بھی مقدمے قائم کر کے جیلوں میں بند کر دیا گیا۔ مہینے ڈیڑھ کے بعد بعض کو رہا کیا اور بعض کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ بتایا گیا کہ شمالی علاقوں کے نام نہاد طلباء (شیعہ) اس سانحہ کے ذمہ دار ہیں۔ درجنوں گرفتار کر لیے گئے مگر...... کچھ دنوں بعد انھیں باعزت رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد پنجاب کے بڑے شہروں خصوصاً لاہور، راولپنڈی اور اسلام آباد میں اہل سنت ذمہ دار امن پسندوں کو شہید کیا جانے لگا۔ اب

باریاں لگادیں، ہر ہفتے تین سے لے کر چھے تک علماء کرام، مفتیان کرام کراچی اور پنجاب میں شہید کیے جاتے ہیں۔ اہل سنت احتجاجی جلوس نکالتے ہیں۔ یقین دہانیاں کرائی جاتی ہیں..... مگر اگلے دن کسی اور عالم اور مفتی کی شہادت کی خبر آ جاتی ہے..... حکمران، دہشتگردی اور قتل وغارت کرنے والے خفیہ ہاتھوں کا علاج کریں۔

گزشتہ سال مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں محرم سے اہل سنت کا قتل عام شروع ہوا تھا۔ اب اُسی مرکزِ علم کے ایک بڑے مفتی مولانا امان اللہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑا سانحہ اور ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کے ڈانڈے بہر حال ایک ہمسایہ ملک سے جا ملتے ہیں۔ گزشتہ دنوں سابق آرمی چیف جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ کا ''جرگہ'' میں سلیم صافی کو دیا گیا ٹی وی انٹرویو چشم کشا ہے۔ کہا ہے:

> ''دھرنے کی سیاست میں امریکہ، برطانیہ، یورپی ممالک اور ایران بھی ملوث ہے۔ پہلے یہاں فرقہ وارانہ فسادات ہوتے تھے اب اس میں ملک شامل ہوگئے ہیں۔''

سال ختم ہو کر پھر محرم آ رہا ہے۔ اربابِ بست وکشاد خصوصاً وزیر داخلہ محترم چودھری نثار علی خاں سوچیں۔ اگر وہ جرأت سے قدم اٹھائیں گے تو پاکستان کی واضح اکثریت اہل سنت ان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ اور یہ اُن کی ذمہ داری بھی ہے اور انھیں معلوم بھی ہے کہ ملک دشمن دہشت گرد کون ہیں، کہاں سے آتے ہیں۔ اگر ابھی ایک دو ہفتوں میں انھوں نے ذمہ داری نہ نبھائی اور محرم کے اسلحہ بردار جلوسوں کو نہ روکا تو پھر خون کا وہ سیلاب آئے گا جو چھوٹے بڑے کو نہ دیکھے گا۔

سیف اللہ خالد

اوکاڑہ میں عوام نے قادیانیوں سے سرکاری اسکول کا قبضہ چھڑا لیا

اوکاڑہ میں چار سال قبل سرکاری اسکول پر کیا گیا قادیانیوں کا قبضہ عوامی دباؤ پر چھڑا لیا گیا ہے۔ دوسری جانب قادیانی جماعت کے ذمہ داران نے اس شکست پر مقامی افراد کو نہ صرف دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں، بلکہ یہ پروپیگنڈا بھی کیا جا رہا ہے کہ اوکاڑہ میں قادیانیوں کی عبادت گاہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا گیا ہے۔ دستیاب اطلاعات کے مطابق، اوکاڑہ میں ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے اسکول تعلیم الاسلام پرائمری اسکول کے ساتھ ساتھ، جامعہ مدینہ پرائمری اسکول، عیدگاہ اسکول، اشرف المدارس پرائمری اسکول، سی ایم آر ہائی اسکول سمیت دیگر کئی تعلیمی ادارے حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیے تھے۔ ان تمام اسکولوں کی زمین اور عمارت بھی سرکاری تحویل میں لے لی گئی تھی۔ تاہم بیوروکریسی میں موجود قادیانی جماعت کی کٹھ پتلیوں کے سبب قادیانیوں کے اسکول (تعلیم الاسلام) کی عمارت تو محکمہ تعلیم نے اپنی تحویل میں لے لی، مگر زمین قادیانی جماعت کے نام ہی رہنے دی گئی۔ جس پر بعد میں قادیانی جماعت نے حکم امتناعی حاصل کر لیا۔ ۱۹۸۲ء میں حکم امتناعی خارج ہونے کے بعد مقامی عدالت سے حکم حاصل کر لیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ محکمہ تعلیم میں رشوت کے بل پر وقت حاصل کرنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۴ برس قبل اس اسکول میں آنے والی قادیانی ہیڈ مسٹریس کی ملی بھگت سے قادیانی جماعت نے چوری چھپے اسکول کی چھت پر نہ صرف قبضہ کر لیا، بلکہ دو کمرے بنا کر انہیں استعمال کرنا بھی شروع کر دیا۔

''اُمّت'' کو معلوم ہوا ہے کہ ۵ مرلے کا یہ پرائمری اسکول قادیانی جماعت کے عبادت خانے سے ملحق ہے اور انھوں نے اسکول کی چھت پر قبضہ کرنے کی خاطر عبادت گاہ کے اندر سے سیڑھیاں بھی بنا دیں۔ بتایا جاتا ہے کہ قادیانی جماعت، عوامی احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے اس غیر قانونی قبضے کو مستحکم کرنے کے چکر میں تھی۔ مگر اس میں انھیں کامیابی نہیں مل سکی۔ بعد ازاں قادیانی جماعت کے صدر کرنل (ر) ظفر نے اسکول میں آ کر دھمکی دی کہ یہ اسکول ان کی زمین پر قائم ہے، لہٰذا اسکول خالی کر دیا جائے۔ کرنل (ر) ظفر کی اس دھمکی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اوکاڑہ کے عام شہری مشتعل ہو گئے۔ اطلاعات کے مطابق بدھ کے روز مقامی شہریوں کی ایک بڑی تعداد نے اسکول کے باہر احتجاج کیا اور قادیانی جماعت سے اسکول کا قبضہ واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ تاہم مقامی پولیس نے اس احتجاج پر کوئی توجہ نہیں دی۔ الٹا پولیس کی موجودگی میں ظفر نے دھمکیاں دیں، جس سے اشتعال مزید پھیل گیا اور شہر کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں نے اگلے روز ایک بار پھر بھرپور احتجاج کی دھمکی دے دی۔ اس دھمکی پر ضلعی انتظامیہ نے کوئی خاص ردِعمل نہیں دیا۔ لیکن جب اگلی صبح ۵ سے ۶

ہزار کے قریب لوگ احتجاج کے لیے جمع ہوئے تو اسسٹنٹ کمشنر اوکاڑہ نے مذاکرات کے لیے بلایا، جہاں قادیانی جماعت کے صدر ظفر بھی موجود تھے اور انھوں نے وہاں بھی اپنی بدتمیزی جاری رکھی۔ جس پر ظفر اور مسلمانوں کے وفد کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ اسسٹنٹ کمشنر کو اطلاع ملی کہ متنازعہ اسکول کے قریب ہی موجود دو کالجز اور ہائی اسکول میں بھی طلبہ نے بائیکاٹ کر دیا ہے اور وہ سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ اسٹوڈنٹس کے اس احتجاج کے پیش نظر ضلعی انتظامیہ پولیس کے ہمراہ فوری طور پہ موقع پر پہنچی تو وہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے اور قادیانیوں کے بنائے ہوئے کمرے گرانے کی خاطر چھت پر چڑھ رہے تھے۔ موقع پر موجود ایک پولیس افسر نے بتایا کہ جب وہ سول کپڑوں میں بچوں کے ساتھ چھت پر گیا تو دوسری جانب قادیانی عبادت گاہ میں ۱۵ سے ۲۰ مسلح افراد موجود تھے مگر عوام کے بڑے ریلے کے رد عمل کے خوف میں کوئی کارروائی نہیں کر سکے۔ مسلح افراد کی اطلاع ملنے پر پولیس نے آگے بڑھ کر عمارت کا کنٹرول سنبھالا تو اس دوران مسلح افراد فرار ہو گئے۔

ذرائع کے مطابق مشتعل عوام کے مطالبے پر اسسٹنٹ کمشنر نے اپنی نگرانی میں پولیس کے ذریعے نہ صرف قادیانیوں کے بنائے ہوئے کمرے گرائے، بلکہ اسکول کی چھت پر جانے والی سیڑھیاں بھی توڑ دی گئیں۔ اس اقدام پر عوام کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ جب تک قادیانی جماعت دوسرے اسکولوں کی طرح اس اسکول کی زمین بھی حکومت پنجاب کے نام نہیں کرتی، عوام واپس نہیں جائیں گے۔ بتایا جاتا ہے کہ عوامی دباؤ پر قادیانی جماعت کے صدر نے نہ صرف معافی مانگی بلکہ ڈپٹی کمشنر کو یقین دلایا کہ وہ اس زمین سے دستبردار ہو جائیں گے۔ تاہم ذرائع کا کہنا ہے کہ عوام کے منتشر ہو جانے کے بعد قادیانی جماعت کا مقامی صدر اپنے دعوے سے مکر گیا ہے۔ ''امت'' کو بتایا گیا ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے اس جگہ پر دو منزلہ اسکول کی نئی عمارت بنانے کی خاطر فنڈز جاری کر دیے ہیں اور جلد ہی اسکول کی تعمیر شروع ہو جائے گی۔ مقامی قائدین نے جن میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل ہیں، اعلان کیا ہے کہ جب تک قادیانی جماعت، قانون کے سامنے سرنڈر نہیں کرے گی، اسکول کی عمارت نہیں گرانے دی جائے گی۔ اور اگر قادیانی جماعت نے کوئی چالاکی دکھائی تو احتجاج پہلے سے بھی زیادہ شدت سے شروع کیا جائے گا۔ دریں اثنا قادیانی جماعت کے ترجمان سلیم الدین نے کہا ہے کہ یہ ہماری جگہ ہے۔ حکومت ۳۰ برس سے ہماری جگہ استعمال کر رہی ہے۔ اس اسکول سمیت ہم اپنے تمام اسکول ہر صورت میں واپس لیں گے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''امت'' کراچی، ۳۰ ستمبر ۲۰۱۴ء)

☆......☆......☆

یحییٰ نعمانی

ہماری اخلاقی پستی، مظلومیت اور ذلت کا اصل سبب

خواص اُمّت کی خدمت میں ایک خادمانہ عرض داشت

جناب یحییٰ نعمانی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور ان کی یادگار ''ماہنامہ الفرقان'' لکھنؤ کے مرتب ہیں۔ اُن کے اسلوب تحریر میں حضرت نعمانی رحمہ اللہ کے داعیانہ اضطراب اور عجز وانکسار کی ایمانی کیفیت کی واضح جھلک ہے۔ چند برس پہلے ''الفرقان'' پڑھنے کو مل جاتا تھا لیکن اب طویل عرصہ ہوا استفادے سے محروم ہوں۔ ذیل کی تحریر ماہنامہ دارالعلوم (دیوبند) میں پڑھ کر اسے شائع کرنے کے لیے دل بے قرار ہو گیا۔ مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور اجتماعیت کے خاتمے، اخلاقی پستی اور بعض مولوی نما لوگوں کے سراسر غیر دینی کردار اور ایسے ہی دیگر عنوانات پر یحییٰ نعمانی کی درد انگیز تحریر گویا ہمارے ہی دل کی صدائے بازگشت معلوم ہوئی۔ ہندوستان ہو یا پاکستان، دونوں طرف کے مسلمانوں کے احوال میں خاصی مماثلت ہے۔ اصلاحِ احوال اور حصولِ ثواب کے نیت سے یہ فکر انگیز تحریر قارئین کے نذر ہے۔ (مدیر)

مسلمانوں کی گزشتہ دو صدیوں کی تاریخ ذلتوں، نکبتوں اور الم ناک مظالم سے بھری ہوئی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے حصے میں بھی اس خونچکاں تاریخ کے زخم آئے ہیں، بے چارگی کا حال یہ ہے کہ بقول شاعر گویا ان کی قسمت ہی یہ ہو کہ:

جگر پر زخم لیں گے، زخم پر مرہم نہیں لیں گے

ایک زخم پر مرہم نہیں رکھا جاتا کہ دوسرا زخم لگا دیا جاتا ہے، ان کی کمزوری اور ذلت و بے چارگی روز افزوں ہے، وہ صرف دوسروں کے رحم و کرم پر ہیں اور کوئی راہ حالات کے بہتر ہونے کی نظر نہیں آتی۔ مسلمان اپنی مظلومیت پر ماتم کرتے ہیں۔ اس سے فارغ ہوتے ہیں تو احتجاج کر لیتے ہیں، دیوانے چیخ لیتے ہیں، فرزانے فلسفیانہ غور وفکر میں مشغول ہو کر دل بہلا لیتے ہیں۔ اس سے مایوس ہوتے ہیں تو قیادت نہ ہونے کا شکوہ کر لیتے ہیں یا دشمنوں پر تبرا پڑھ لیتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ حالات کے بدلنے کی کسی کو کوئی راست تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔

کوششیں سب دم توڑ گئیں اور اُمّیدوں نے اندھیروں کی چادر اوڑھ لی۔ اس محیط مایوسی اور ہمہ جہت ناکامی کا ایک بنیادی سبب ہماری شدید پست اخلاقی ہے۔ ایسی ابتر اخلاقی حالت جو بڑی سے بڑی قوم کو کسی کام کا نہیں چھوڑتی، جس نے ہر کام بگاڑ دیا ہے اور ہر کوشش ناکام کر دی ہے۔

حالات کے بھنور میں پھنسی کسی قوم کی کشتی کو کنارے لگانا، اس طبقے کا کام ہوتا ہے جو عقل وخرد اور سماجی مرتبے میں ''خواص'' کے درجے کا ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہیں یہی طبقہ قیادت کی تشکیل کرتا ہے۔ اگر کسی قوم کے پاس ذہانت و فراست، ہمت وحوصلہ، ایثار و بے لوثی، حقیقت پسندی اور غیرت مندی کی صفات سے متصف خواص کی ایک جماعت ہوتی

ہےتو وہ پوری قوم میں عزم، جوشِ عمل، صبر و برداشت، حالات کی تبدیلی کے لیے قربانیوں کا مزاج اور ظلم سے نبرد آزمائی کا حوصلہ پیدا کر دیتی ہے۔ اور ایک وقت آتا ہے وہ کمزور قوم گوہرِ کردار سے مزین اور قوتِ عزم سے مسلح ہو کر حالات کے گرداب سے ابھر آتی ہے۔ اور پھر اس کی تاریخ کا نیا دور شروع ہوتا ہے، جس میں وہ ثابت کر دیتی ہے کہ انصاف اور طاقت کے سلسلے میں قلت و کثرت بے معنی اور غیر مؤثر باتیں ہیں، مگر جب طبقۂ خواص میں کردار کی بنیادوں میں پانی مرنے لگتا ہے اور اخلاق کے شجرِ پُر بہار کی جڑیں دیمک زدہ ہو جاتی ہیں تو اس قوم کو حالات کی ستم ظریفیوں سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ قرآن نے بھی یہی قاعدہ بیان کیا ہے اور قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ بھی اسی اصول کی تفسیر ہے۔

اب ذرا غور کیجیے! ہماری قوم میں آپ جن افراد اور گروہوں کو اس ''خواص'' کے طبقے میں شامل کر سکتے ہیں، ذرا ان کی اپنے ذہن میں نشان دہی کر لیجیے۔ آپ کے ذہن میں جو تصویریں اور کردار اُبھریں ان کو پہچان لیجیے، سوچ لیجیے یہ کون لوگ ہیں۔ اور خدا کے واسطے سے یہ حقیر خادم التجا کرتا ہے کہ اگر آپ کو اس میں کہیں اپنی ذات بھی نظر آئے تو اس کو بھی نظر انداز نہ فرمایئے۔ ان میں ہماری قوم کے تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات آتے ہیں، ان میں علماء بھی آئیں گے، بڑے تاجر بھی آئیں گے، قومی تنظیموں کے لوگ بھی شامل ہوں گے اور ملی اور قومی اداروں کے ذمے دار بھی۔ میڈیا اور صحافت سے وابستہ حضرات اور سیاسی میدان میں مختلف سطحوں پر سرگرم افراد اور وہ تمام لوگ اس دائرے میں آتے ہیں جو مسلمانوں کی اجتماعیت میں کسی بھی نمائندگی یا قیادت کی پوزیشن میں سمجھے جاتے ہیں، یہ سب لوگ مسلمانوں کے خواص ہیں اور ملّت کے اچھے برے کے ذمے دار بھی۔

ذرا سوچیں اور ذرا حقیقت پسندی بلکہ بے باکی کے ساتھ سوچیں! ہمارے اس سربرآوردہ طبقے کا اخلاقی کردار کس سطح کا ہے؟ اس میں کس قدر خلوص، بےلوثی اور ایثار کی صفت ہے؟ اپنی مظلوم فریادی قوم کے لیے ان کی دردمندی کا کیا حال ہے؟ کیا یہ خودداری، غیرت مندی اور بے نیازی کی شان رکھتے ہیں؟ ان میں کتنی بلند حوصلگی اور عالی ہمتی ہے؟ کیا سیم وزر ان کے پائے استغناء کے بوسے لیتے نظر آتے ہیں؟ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر کیا شہرت اور منصب ان کی اصول پسندی اور رفعتِ کردار کو متاثر کرنے میں ناکام رہتے ہیں؟ اور اگر قومی مصلحت ان کے ذاتی مفادات اور امنگوں کی قربانی مانگے تو یہ اس امتحان میں کتنے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ خواص کی اخلاقی حالت جاننے کی کسوٹی اسی قسم کے سوالات ہیں۔

یقیناً آپ کے ذہن میں ان سوالوں کے جو جواب آئے ہوں گے وہ مایوس کن ہوں گے، اگر آپ اپنی قوم کو مظلوم اور کمزور جانتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کی طاقتیں اس کے خلاف سازشوں اور ستم رانیوں میں مصروف ہیں تو یقیناً آپ کو اس کا بھی یقین ہوگا کہ ان مصائب سے نجات پانے کے لیے آپ کی قوم کو سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اتحاد اور باہمی تعاون و مدد کا مزاج ہے، مگر جان لیجیے کہ ہمارا جو اخلاقی حال ہے، اس سے سب سے پہلے قوم کا اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے، اس لیے کہ اتحاد کی پہلی شرط ایماندارانہ حق شناسی، دوسروں کی برتری کا شریفانہ اعتراف اور ایثار جیسی صفات ہیں۔ اگر خواص میں حق شناسی نہ ہو، ایمانداری کے ساتھ دوسروں کے مرتبے اور فوقیت کا اعتراف نہ ہو، اور کم از کم درجے کا بھی ایثار نہ ہو،

اوران صفات کی جگہ عالم یہ ہو کہ ہر شخص اپنی ذات کا اسیر اور خود کی عبادت میں مصروف ہو تو یقیناً نفسی نفسی کا عالم ہی قائم نظر آئے گا۔ آج جو انتشار مسلمانوں کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے وہ اخلاق کی اسی بیماری کی دین ہے۔ اس بیماری کی شدت کے باوجود اپنی صفوں میں اتحاد کی توقع کرنا ایسا ہی ہے کہ آپ کسی بیمار و لاغر سے توقع کریں کہ وہ کسی بڑے پہلوان کو چت کر دے۔

اتحاد کے بعد دوسری چیز جو خواص کی اخلاقی پستی سے ریزہ ریزہ ہوتی ہے، وہ ہے قوم کا اپنی قیادت پر اعتماد۔ قیادت پر سے اعتماد اٹھنے کے بعد عوام مایوس اور بے عزم ہو جاتے ہیں اور کسی جدوجہد اور تحریک میں سرگرم نہیں ہوتے۔ جب ان کو کسی قربانی کے لیے پکارا جاتا ہے تو وہ دعوت صدا بہ صحرا ثابت ہوتی ہے۔ وہ کوئی رہنمائی قبول نہیں کرتے۔ ان کے لیے اپنے پرائے اور ناصح و بدخواہ برابر ہو جاتے ہیں اور ہزار آگاہیوں کے باوجود کسی دشمن اور بدخواہ سے پرہیز نہیں کرتے۔ آپ کو قوم کے ساتھ نہ دینے کا شکوہ ہے، بجا ہے۔ مگر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ خواص کے موجودہ حال کے ہوتے ہوئے عوام اعتبار و اعتماد کا حوصلہ کہاں سے لائیں۔ ہم مسلمانوں کی بے عملی کا شکوہ کرتے ہیں، کیا اس کے اس بنیادی سبب پر بھی غور کرتے ہیں جس نے ان سے ان کی اُمیدیں چھین لیں ہیں؟

اسی کے ساتھ تیسرا سانحہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اور بیگانوں دونوں کی نگاہ میں قیادت کا وقار اور بھرم جاتا رہتا ہے۔ انھیں باتوں کا نتیجہ ہے کہ اکثر ہماری ملّی قیادت حکمرانوں اور ذلیل قسم کے سیاست دانوں اور حقیر افسران کا کھلونا بن جاتی ہے، جو ہمیں جہاں چاہتا ہے استعمال کرتا ہے اور جس کام میں چاہتا ہے لگا دیتا ہے۔

قومی اصلاح و ترقی کا یہ اصول ہے کہ نچلی سطح کے عوام اپنے سربرآوردہ طبقات کے تابع ہوتے ہیں۔ خواص اگر اصول پسندی، بے غرضی، ایثار، سچائی، اعتراف وحق گوئی، انصاف اور مقصدیت کی صفات کا مظاہرہ کریں گے تو یقیناً ان کے کردار کے اثرات پوری قوم پر پڑیں گے۔ اور اگر عوام کو یہ نظر آئے گا کہ چہار طرف حقیر ذاتی اغراض کا بول بالا ہے، ان کا اکثر تجربہ یہ ہو کہ جس خوش نما ظاہر کی چادر کو اٹھایا جائے اندر سے مال طلبی اور شہرت طلبی کی بھدی رنگت ہی نظر آتی ہے تو پھر ان کے عقل و شعور اسی کے عادی ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ دنیا میں یہی جینے کا طریقہ ہے۔ اس صورت حال کا جو سب سے مضر، بلکہ مہلک پہلو ہے، وہ یہ کہ قوم کے جو باشعور دردمند اس پست اخلاقی سطح سے بلند بھی ہوتے ہیں، ماحول کی مایوسیاں ان کے حوصلوں کی لگام کھینچ لیتی ہیں اور وہ کسی خاموشی کے غار میں بیٹھ رہنے میں ہی عافیت اور اپنے دین و دل کی خیر اور عزت و آبرو کی سلامتی سمجھتے ہیں۔

عوام کی سطح کے لوگوں کو تو جانے دیجیے، خواص اور قیادت کے درجے پر فائز طبقے کی افسوس ناک اخلاقی صورت حال سب کے سامنے ہے۔ یقیناً ان میں بعض اپنی ذاتی خصوصیات میں نہایت لائق ستائش اور قابلِ تحسین کردار کے حامل ہیں۔ ان میں اہلِ تقویٰ علماء بھی ہیں، زاہدانِ شب زندہ دار بھی ہیں، شریف الطبع قائدین بھی ہیں اور عالی دماغ دانشوران بھی، مگر جسے آپ اجتماعی اخلاق کہتے ہیں، اس میں خواص کہلانے والوں کا حال بھی معیاری نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اصول پسندی کی جگہ ہماری قیادتوں کا شیوہ مطلب پرستی اور اغراض کی رعایت ہو چکا ہے۔ جس کو جس مؤقف

اور کام میں فائدہ نظر آتا ہے وہ اس کی بھرپور وکالت کمالِ دلسوزی اور خلوص کے مظاہرے کے ساتھ کرتا ہے۔ یقین کیجیے راقمِ سطور کا مقصود نہ کوئی شخص ہے، نہ کوئی جماعت وطبقہ، اس عاجز نے انگشت نمائی کے شبہے سے بچنے کے لیے اجمال ہی کو بہتر جانا ہے اور مفید طلب ہونے اور اس عرض داشت کی تاثیر وافادیت میں اضافے کی توقع کے باوجود کچھ صاف مثالیں دینے سے عمداً پرہیز کیا ہے۔

نوعمری میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ سے ایک بات بار بار سنی تھی، فرماتے تھے: ''ہماری قوم سے اجتماعی کاموں کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے۔'' اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ اجتماعی کام اجتماعی اخلاقیات سے ہوا کرتے ہیں، اور یہاں اجتماعی اخلاقیات تو کیا ذاتی اور انفرادی شریفانہ صفات بھی کم لوگوں کے یہاں ملتی ہیں۔ یہی بات بعد میں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے حوالے سے سنی۔ ملّت کے دو حکیم جب ایک ہی نتیجے پر پہنچیں تو کیا شبہ یہی اصل مرض ہے باقی سب نتائج ومظاہر ہیں۔

یہ حقیر اوّلاً تو کسی شمار وقطار میں نہیں، پھر کردار کا وہ خود مفلس ہے۔ اس کا بندِ قبا ایسا تار تار ہے کہ پاکیِ داماں کی حکایت کا کیا سوال؟ مقصد نہ کسی کی تخفیف، نہ کسی حلقے کی طرف انگشت نمائی۔ جو کچھ مقصد ہے وہ یہ کہ اپنے اس سب سے اہم مسئلے پر کچھ سوچ بچار کیا جائے کہ یہ مظلومیت اور ذلت ونکبت کی کالی گھٹا کیوں نہیں چھٹ رہی؟ ہم سرزمین ہند کی سب سے باعزت قوم کے مقام سے گر کر سب سے حقیر، سب سے کمزور اور سب سے ذلیل کیوں ہوگئے؟ اس ملک میں اگر کوئی جنگلی بلا مار دے تو اس کے لیے سزا ہے؟ مگر کوئی مسلمان کا خون بہائے تو وہ لیڈر بن جاتا ہے۔ سب قوموں پر برے دن آئے اور رخصت ہوگئے، مگر ہماری پستی عروج آشنا ہونے کا نام کیوں نہیں لے رہی؟ نکبت وذلت کے اس اندھے غار سے باہر آنے کی ہماری کوئی کوشش کامیاب کیوں نہیں ہو رہی؟

بے اصولیوں کی مثالیں ہمارے اطراف میں اس قدر بھری پڑی ہیں کہ کسی نشاندہی کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں نے جو تعلیمی ادارے کاروباری مقصد اور ذاتی مالی فائدوں کے لیے قائم کیے ہیں وہ تو مارکیٹ کے معیار کے ہیں، مگر دوسری طرف ذرا سوچیے، مسلمانوں کے پاس اس ملک میں کتنے ایسے تعلیمی ادارے ہیں جو قومی ترقی اور رفاہ وفلاح کے مقاصد کی خاطر قائم کیے گئے تھے، ان کا تعلیمی نظام اور انتظامی حال دیکھ کر عبرت ہوتی ہے۔

اعلیٰ درجے کے خواص کے اندر تنگ نظری کا جب یہ حال ہو کہ ایک کام اگر ان کی قیادت وسربراہی میں انجام پائے تو اس کی ضرورت ایسی کہ ملّت کی بقا اسی پر منحصر بتلائیں، ہمہ وقت اسی کی اہمیت پر زور دیں اور تمام خلق کو اس میں مشغول ہونے کی دعوت۔ پھر اگر اس کی سربراہی کسی اور کو منتقل ہو جائے تو اب اس کا تذکرہ ہی نہیں، نہ کسی کو اس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ یہ تنگ نظری ہی نہیں بے مقصدیت بھی ہے۔

شہرت طلبی نے ہمارے ہر کام کو محض نمائشی بنا دیا ہے۔ ہر ایک کو بس اس کی فکر ہے کہ اس کی اور اس کے کام کی کتنی تحسین ہو رہی ہے۔ اپنی خبریں چھپوانے کے لیے اخبارات کو اشتہارات سے نوازا جاتا ہے۔ کام کو اشتہار کی ضرورت

ہے تو وہ بجا، مگر یہاں اشتہار کام کی ضرورت کے لیے نہیں بلکہ کام اشتہار کی ضرورت کے لیے ہو گیا ہے۔ پستیوں نے تھاہ چھولی ہے، ہمارا کوئی عزیز وہ ڈگری اگر لے لے جو ہندوستان کے ہزاروں لوگ لیتے رہتے ہیں تو ہم اخبار میں اشتہار دے دے کے اس کی تشہیر کرتے ہیں۔ عوام ایسی سستی حرکتیں کریں تو کم افسوس کیا جائے مگر جب خواص اس پست درجے پر آجائیں تو یہ کسی قوم کی بربادی کی حتمی نشانی ہے۔

خودغرضی اور مفاد طلبی نے ہر اندازے سے تجاوز کرلیا ہے۔ ہماری اس کمزور، بلکہ ذلیل کیفیت کو وقت کے تمام حکمرانوں نے خوب سمجھ لیا ہے۔ ہمارے ایک بزرگ برطانیہ میں تعینات ہندوستانی سفیر سے مسلمانوں کے مسائل کے سلسلے میں بات کرنے گئے۔ بعض مسائل پر ان کو توجہ دلانے کے بعد جب گفتگو اختتام کو پہنچی، سفیر صاحب نے سوال کیا اور کچھ؟ جواب نفی میں دیا گیا تو سفیر صاحب نے زیادہ صراحت سے پوچھا اپنی کوئی ضرورت بتلائیں، ان بزرگ نے فرمایا نہیں۔ یہ بات ان سفیر صاحب کے لیے کافی تعجب کی تھی۔ کہنے لگے آپ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے اپنی کوئی ضرورت نہیں بتلائی، ورنہ مسائل تو عنوان ہوتے ہیں، اصل بات تو کچھ ذاتی ہی ہوتی ہے؟

یہ فسادِ نیت اور پستیِ کردار ہم سے ہرنا کردنی کراسکتی ہے۔ ہم مسلمانوں کے قاتلوں سے بغل گیر ہوسکتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کے خلاف ہر سازش کی حمایت بھی کرسکتے ہیں۔ کسی خاص سازشی اقدام کا نام کیا لیا جائے؟ جب کوئی حکومت کوئی ایسا قدم اٹھاتی ہے جس سے مسلمانوں کو اور ان کے دینی وملّی کردار کو نقصان پہنچانا مقصود ہوتا ہے تو ہمارے خواص کے طبقے سے اس کی پوری وکالت بھی کروانے میں ہو کامیاب ہوجاتی ہے۔ افسوس! اچھے اچھے لوگ اپنے مفادات ومصالح کی خاطر حکومتوں کے ایسے اقدامات کی تائید، بلکہ ان کا حصہ بننے پر راضی ہوجاتے ہیں، جن کے اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے مضر ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ مال وجاہ کے سامنے نہ قائدین کو اپنی حیثیت عرفی کی پروا رہتی ہے، نہ علماء کو جبہ ودستار کی عظمت کا خیال اور نہ اللہ کے سامنے اس منافقانہ عمل کی بازپرس کا خوف۔

آپسی تنافس نے بھی ہمیں نہایت نقصان پہنچایا ہے۔ مجھے صاف عرض کرنا مشکل ہورہا ہے، مگر یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ اگر ہماری ہر تنظیم مسلمانوں کے مسائل کے بجائے اپنی نمائندگی اور حلقۂ اثر بڑھانے ہی کو عملاً اصل مقصد اور اوّلین ترجیح بنائے گی تو ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا یہ لامتناہی شوق ہرنا کردنی کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور پھر جب مات کردینے کا کھیل شروع ہوجائے اخلاق واصول کہاں بچتے ہیں؟ افسوس جو تنظیمیں اور ادارے مسلمانوں کے مسائل کے حل اور دین کی خدمت کے مقصد سے قائم ہوتے ہیں، دھیرے دھیرے تنافس اور دیکھا دیکھی کام کی نذر ہوجاتے ہیں۔ پھر انھیں ہر حکومت، ہر پارٹی اور ہر ایجنسی ہر طرح استعمال کرتی ہے۔

کسی مظلوم اور کمزور قوم کی قیادت کو اگر ذلت کے گرداب اور ظلم کے شکنجے سے خلاصی حاصل کرنی ہے اور طاقت ور حکومتوں سے پنجہ آزمائی کرنی ہے تو اس کے لیے غیرت وحمیت کی طاقت پہلی شرط ہے۔ آج آپ جس معرکے میں ہیں، اس میں طمع ولالچ کی عشوہ طرازیاں خوف کی لام بندیوں سے پہلے سامنے آتی ہیں، مگر ہم میں ''صاحب سلامت'' کا شوق

اتنا پیدا ہو گیا ہے اور ہمیں سرکار دربار سے مرعوبیت نے اس بری طرح گھیرا ہے کہ اس کے ذکر سے بھی حیا مانع اور شرم دامن گیر ہے۔ افسوس وصد حیف! وہ اُمّت جس کا اصول مال وزرا اور حکومت وسلطنت سے بے پروائی تھا، اس کے خواص حقیر حکمرانوں، بلکہ افسران کی نظرِ عنایت کے لیے سراپا نیاز ومسکنت بنے ہوئے ہیں۔ ان کی مدح سرائی میں نہ صرف قلابے ملاتے ہیں، بلکہ ان کی رضا جوئی میں ہر رسوا کن قلابازی کھانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

ہوس کی دھوم دھام ہے، نگر نگر، گلی گلی

قومی مقاصد، مال ومنال اور حقیر نوکریوں کی بھینٹ چڑھا دیے جاتے ہیں۔ اس حقیر نے اچھے اچھے قائدین اور سماجی کارکنوں کی سرکار دربار میں ایسی عاجزی اور بچھنے کی کیفیت کے متواتر قصے سن رکھے ہیں کہ شرمندگی سے سر جھکتا ہے۔ اب تو حال یہ ہے کہ حکمرانوں اور وزیروں کے کچھ گماشتے ہیں، جو جب ان کے آقا چاہتے ہیں وہ ان کے سامنے ہمارے رہنماؤں کی پریڈ کرا دیتے ہیں اور جو چاہے بیان دلوا دیتے ہیں۔

سیاسی پارٹیوں میں مسلمانوں کے جو لوگ شریک ہوتے ہیں، ان میں سے ایک تعداد نہایت حقیر اور پست قسم کے افراد کی ہے، جن کے انداز نشست وبرخاست سے صرف ذاتی اغراض کی طلب ظاہر ہوتی ہے۔ مزید برآں ان پارٹیوں کے ساتھ ہماری ملّی قیادت کا رویہ بھی نہایت مایوس کن ہے۔ بعض جماعتوں کے بارے میں مسلم عوام یہ تاثر بڑھتا جا رہا ہے کہ ان کے کردار کا ایک حصہ کسی سیاسی پارٹی کی حاشیہ برداری ہے۔ وہ ہزار صفائیاں دیں کہ سیاست کی وادی ان کی گزرگاہ نہیں، مگر عملاً ان کے رہنما ہمیشہ اسی کوچہ کے طواف میں مشغول نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ تذکرہ نہ قوم کے رذیل وبدکردار لوگوں کا ہو رہا ہے، نہ عوام کا۔ یہ ہمارے اچھے لوگ ہیں، یہ قوم کی قیادت اور نمائندگی کے مقامِ بلند پر سرفراز لوگ ہیں۔ ہم اہلِ مغرب کو اخلاقی پستیوں کا بڑا طعنہ دیتے ہیں، یقنا ان کے ظلم سے انسانیت خوں چکاں ہے اور ان کی بے حیا تہذیب نے آدمیت کے شرف کو داغدار کیا ہے، مگر آپ مغرب کے کسی سیاسی یا قومی نمائندے سے اپنی قوم کے مفاد کی ایسی قربانی کی توقع نہیں کر سکتے جیسی ہمارے نمائندے معمولی سی پیشکشوں پر روز دیتے ہیں۔ کسی یہودی تنظیم یا قابلِ ذکر نمائندے نے آج تک ہولوکاسٹ کو معاف نہیں کیا۔ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں سکھوں کے ساتھ صرف ایک مرتبہ ۱۹۸۴ء کے فسادات کی شکل میں وہ پیش آیا جو ہمارے لیے روزمرہ کا قصہ ہے۔ کیا مجال کہ ان کا کوئی قومی نمائندہ اس کے حوالے سے کانگریس کی صفائی دینے کا ذلیل مظاہرہ کرے، مگر ہمارے نمائندوں کا کیا حال ہے، ہم جانتے ہیں۔ چھوٹے سے فائدوں کے لیے، ذاتی عزائم اور مفادات کے لیے ہم ذلت انگیز حد تک پستی اختیار کرنے کو تیار ہیں۔ افسوس کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو کافروں سے بھی عبرت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر علماء کے طبقے کو ہر ایمانی کمزوری اور اخلاقی فساد کا معالج بنایا ہے۔ علماء کی جماعت کا اصل فریضہ ہی دین واخلاق کے اعلیٰ معیار کی حفاظت ہے۔ اہلِ بدعت اور گمراہ فرقوں کے علماء کہلانے والوں کا یہ ذکر نہیں، اہلِ حق میں شمار کیے جانے والوں میں سے ایک تعداد اسی پستی اور تنزل کا شکار ہے۔ ان سطروں کا لکھنے والا یہ حقیر وکمتر اور

گونا گوں اخلاقی بیماریوں میں گرفتار کہاں سے علماء سے کچھ کہنے کا منہ لائے؟ علماء کے عزت و وقار میں کمی سے قوم کے دین کا بڑا نقصان ہے، اس لیے ڈر لگتا ہے کہ ان کو کچھ توجہ دلانے سے دوسری طرف کہیں دین کا یہ نقصان نہ ہو جائے۔ کیسے کچھ عرض کیا جائے، اور عرض کیے بغیر کیسے رہا جائے کہ حکیم ہی بیمار ہے اور افسوس کہ اپنی اس مہلک بیماری سے اکثر غافل ہیں۔

حیف کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا۔ ابھی کل کی بات ہے ایک غیرت فروش مولوی کہلانے والا بی جے پی کی کور کمیٹی کا ممبر ہے اور وہ ایک مدرسے میں جاتا ہے۔ مدرسے کے ذمے داروں کا حال دیکھیے کہ اس شخص کو عین مدرسے کے اندر پریس کے نمائندوں سے مخاطب ہونے کا موقع دیا جاتا ہے، وہ مدرسے میں بیٹھ کر بی جے پی کی وکالت کرتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میں علماء کو بی جے پی میں شامل کرانا چاہتا ہوں۔ سوچیے مدرسے کا ذمے دار ہوتے ہوئے کوئی اس نفاق اور ملّت فروشی کا معاون بھی بن سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک مدرسے کے ذمہ دار نے اپنی غیرت کو سرِ بازار اس طرح سولی دی کہ انتخابات میں ایک فلمی اداکارہ کے ساتھ خوب گھومے۔ اور اپنے دین کی قیمت یہ وصول کی کہ مدرسے میں اس کے پارلیمانی فنڈ سے تعمیر کام کروائے۔ کیا اب ''علماء'' کا ان زنا کے داعیوں اور داعیات سے بھی جوڑ ہو سکتا ہے؟ وہ صاحبہ پھر ان مولوی جی کے ہمراہ مدرسے میں قدم رنجہ بھی فرماتی ہیں اور مدرسے کی عمارت کا افتتاح بھی ان کے ''دستِ مبارک'' سے انجام پاتا ہے۔ اور ان سب نحوستوں اور ناپاکیوں کی باقاعدہ تصویریں محفوظ رکھی جاتی ہیں اور فخر و سرور کے ساتھ لوگوں کو دکھائی جاتی ہیں۔ آپ یہ سوچ کر دل کو مت بہلا لیجیے گا کہ یہ تو کوئی ایک آدھ فرد کا بگاڑ ہے، جی نہیں! وہ صاحب ان سب کارناموں کے بعد بھی آپ کی جماعت میں مطعون نہیں قرار پاتے، وہ حسبِ سابق قابلِ قبول ہیں۔ پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھیے۔

ذاتی عمل اور کردار میں اس درجے گر جانے والوں کی تعداد تو کچھ خاص نہیں، مگر اس پر بڑوں کی طرف سے قول اور عمل سے شدید نکیر اور تقذّر (گھن) کا اظہار نہ ہونے کی وجہ سے یہ پست اور فاسد عنصر اپنی تعداد لگاتار بڑھاتا جا رہا ہے۔

اس سے اوپر بھی علماء کی ایک خاصی تعداد ہے جو الحمد للہ ایسی پست تو نہیں، مگر اپنے کردار اور گفتار سے عوام کے اندر کچھ اچھا تاثر نہیں چھوڑتی۔ ہمارے یہاں ہر طرف خاک اڑ رہی ہے۔ شہرت طلبی کی ایک ہوڑ لگی ہوئی ہے۔ ہر وقت اپنا اور اپنے چھوٹوں اور بڑوں کی ہی مدح و توصیف وطیرہ بنا ہوا ہے۔ اللہ والوں کا حال تو یہ ہوتا تھا کہ اپنے بڑوں کے تذکرے سے بھی اپنی تعریف کی بو آئے تو وہ اس سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے حضرت کا بھی تذکرہ نہیں کرتا کہ اس میں بھی میری تعریف ہے''۔ روزے نماز کی ظاہری دین داری کو اگر چھوڑ دیں تو ہم متاعِ دنیا کی تحقیر کے داعی ہو کر بھی کس قدر اسی کے پیچھے بھاگنے والے بنے ہوئے ہیں۔ وہی سود و سودا اور مکر و فن کی گرم بازاری، وہی مصنوعی گفتگوئیں۔ ہمارے حالات ایسے ہیں کہ ایک ذہین دردمند اپنے احساس کی اس گواہی کو چاہ کر بھی جھٹلا نہیں پاتا کہ ہماری تگ و دو کے عنوان کچھ اور ہوتے ہیں اور حقیقی مقاصد کچھ اور، کسی نام سے کانفرنس اور جلسہ ہوتا ہے اور اندر کی اصل نگاہ کسی اور چیز پر ٹکی ہوتی ہے۔

مدرسوں کے جلسوں میں سیاسی لیڈروں کا جو اکرام و اعزاز ہونے لگا ہے کبھی ہم نے سوچا کہ اس کو دیکھ کر

ہمارے چھوٹوں کے دل میں کیسی مرعوبیت پیدا ہوتی ہے؟ جب طلبہ اصحاب جبہ و دستار کو اہلِ دنیا کے سامنے بچھتے گرتے دیکھیں گے تو وہ کس کردار کے اٹھیں گے؟ ان کے خواب کیا ہوں گے؟ وہ اپنے لیے کس کردار کا انتخاب کریں گے؟ اور جب ان کے سامنے دینے کے مفاد اور دنیا کی چمک دمک کا تصادم ہوگا تو وہ کیسے اپنے لیے استغناء اور غیرت وحمیت کی راہ چنیں گے؟ آہ کہ زہد اور دنیا بے زاری جس کی پیشانی کا نور ہوا کرتے تھے، آج وہ وزیروں اور بادشاہوں کا دریوزہ گر ہے۔

اس متوسط طبقے سے بھی اوپر ہمارا ایک طبقہ اور ہے، قابلِ رشک حد تک باصفا، ذاتی دین داری سے مزین اور لائقِ تقلید، پاکیزگی کا پابند، مگر وہ اونچا اخلاقی معیار اور بااصول کردار جو زمانے کے امام کا ہونا چاہیے اور جس کے بغیر اس زبوں حال اُمّت کا بھلا ہونے کی کوئی راہ زمانہ حاضر میں نہیں، اس طبقے نے بھی اس منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنی ہمت کے پتوار رکھ دیے ہیں۔ جاہ ووقار میں منافست نے ہمیں اصحابِ دنیا کی صف میں لاکھڑا کیا ہے۔ ایک صاحب کو اس پر افسوس کرتے پایا گیا کہ ان کے بین الاقوامی سفر سال میں ایک آدھ ہی ہو پاتے ہیں اور فلاں صاحب کے کئی ایک۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس پست سوچ سے کیا کسی قوم کی کشتی بھنور سے نکل سکتی ہے۔ وہی گروہ بندیاں، وہی خلوص سے عاری مجاملت اور وہی مفادات و مراعات کے زیرِ اثر فیصلے جو اہلِ دنیا کے لیے بھی ذلت ہی ہیں، ہمارے گروہوں میں داخل ہوگئی ہیں۔ ایک بزرگ کا یہ جملہ کان میں پڑا تھا کہ آج کی دنیا میں کوئی یہ نہیں چاہتا کہ برائی نہ ہو، ہر ایک بس یہ چاہتا ہے کہ برائی اس کے جھنڈے تلے ہو۔'' ہمارے دینی قائدین کے یہاں جب یہ منظر دِکھتا ہے کہ نہایت نامناسب، بلکہ منافقانہ کردار کے لوگ، جن سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچتا ہے، عزت وتوقیر ہی نہیں تعاون اور مشارکت بھی پاتے ہیں تو الفاظ نہیں ملتے کہ کس قدر چھوٹوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اب وہ کہاں سے یہ ہمت لائیں کہ معیار سے گری ہوئی حرکتوں سے ہر حال میں گریز کریں گے۔

اے کاش! ہمارے یہ بزرگ سوچیں کہ ایسے دین دشمنوں اور ملّت فروشوں کی جب ان کے رسوخ وطاقت کی وجہ سے یا کسی ایسی مصلحت کی بنیاد پر پذیرائی ہوتی ہے، جو بہرحال خالص دینی مصلحت نہیں ہوتی، تو ان کا یہ عمل عام دردمند مسلمانوں کے لیے کیسا مایوس کن اور ہمت شکن ہوتا ہے۔ مخلصانہ تنقید اور بے غرض روک ٹوک ایک قومی اور دینی ضرورت ہے جو موہوم وقتی مصالح کے لیے چھوڑ دی گئی ہے۔ ہم کو سوچنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''انکارِ منکَر''، یعنی خرابیوں پر ایک دوسرے کو متوجہ کرنے کی کس قدر تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اس فریضے سے غفلت پر دنیا ہی میں اللہ کے عذاب کی وعید بھی سنائی ہے۔ اگر علماء اور وہ بھی بڑے علماء اپنی خوش نامی، تعلقات اور خوش رکھنے کے مقاصد سے اس فریضے کو چھوڑ دیں گے تو اخلاقی تنزل کے بھنور میں اُمّت کی پھنسی کشتی نکلنے کا کوئی امکان نہیں۔

یقیناً اللہ والوں کی ایک جماعت علماء میں ایسی ضرور ہے جو اخلاص وصدق اور بے لوثی و پاکی میں نمونہ اور اُسوہ کا درجہ رکھتی ہے، مگر عموماً ماحول ایسا ناسازگار ہے کہ وہ بس اپنے محدود دائروں کے اندر اپنے کردار کے دیے جلائے بیٹھے ہیں۔ ملّی جدوجہد کے دائرے میں سودوسودا، اور مکروفن کی ایسی گرم بازاری ہے اور دین واخلاق کا ایسا نقصان نظر آتا ہے کہ

جس کو ہو دین و دل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں؟

کا سوال سامنے آنے کے بعد ایسے اچھے لوگ اپنے بڑھے پاؤں بھی کھینچ لیتے ہیں۔ تنافس کے ماحول اور صدق و وفا کی بہائے گراں مایہ کی شدید ناقدری کی وجہ سے ان لوگوں سے ہمارے اجتماعی معاملات میں قیادت اور رہنمائی کا جو فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا، وہ نہیں اٹھایا جارہا۔

اے طبقۂ خواص! آپ ہی ملّت کی آبرو ہیں، خطروں میں گھری اور اندیشوں سے گھبرائی اس ملّت کو اللہ کے بعد آپ ہی کا سہارا ہے۔ ان سطروں کا لکھنے والا اس وقت شدید کرب والم سے دوچار ہے۔ ان چیزوں کے بارے میں سوچتے وقت شرم وافسوس کے غم انگیز احساسات سے اس کی پیشانی عرق آلود ہے، مگر ''نہ جائے رفتن اور نہ پائے ماندن'' کا معاملہ ہے۔ نہ خموشی کی تاب ہے اور نہ کہتے بنے ہے۔ یہ اخلاقی زوال ہمارے جسمِ ملّی کا زخم ہے...... اور اپنے زخموں کو کریدنا آسان نہیں ہوتا۔ مگر...... مگر زخم صاف کیے بغیر جب تک آپ اوپر اوپر کی مرہم پٹی کیے جائیں گے، اندر کی عفونت اور سڑاند بڑھتی ہی رہے گی۔

محترمانِ گرامی! مجھے خیال خاطر احباب چاہیے، اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ لکھنے والا خود بھی ہزار خرابیوں اور گندگیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی ناپاکیوں پر مستزاد اس کی بے عملی ہے۔ یہ کردار کا غازی کیا ہوتا، اسے تو گفتار بھی نہیں آتی، مگر جہاں تک اندازہ ہے ان سطروں کا مقصد اپنی برأت نہیں ہے، مگر دل کا اصلی حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

یہ حقیر آپ کو اللہ کا اور دین ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہے، خدارا، اپنے مقام اور ذمے داری پر غور کیجیے۔ رحم کیجیے اس قوم پر، آپ ہی اس کے دین اور دنیا کے امین ہیں۔ یہ قوم آپ کی ہی تو آس لگائے بیٹھی ہے۔ اور یہ بھی آپ جیسوں ہی کا شرف اور مقام ہے کہ اس اُمّت کے مسائل اور مشکلات اگر حل ہوں گے تو آپ ہی کی قیادت میں۔ اگر خواص میں کمزوریاں ہیں تو بھی اُمّتِ مسلمہ ان سے دست بردار اور بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ اس کو آپ کی ضرورت ہے۔ کاش آپ کے سر پر آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی کامیابی کا سہرا بندھے۔

آپ اگر اصول پسندی اور سچائی اور ایثار کو نہیں اختیار کریں گے تو آپ جانتے ہیں کہ حالات ملک میں مسلمانوں کے لیے کس قسم کے اندیشوں کی آگاہی دے رہے ہیں۔ آپ کو سوچنا چاہیے کہ آپ اپنے کسی ذاتی یا اپنے گروہ کے کسی فائدے کے لیے جو قدم اٹھالیتے ہیں وہ سبب بنے گا مسلمانوں کی تباہی کا اور اللہ کے یہاں آپ کے حساب میں لکھا جائے گا کہ یہ بندہ مسلمانوں کے خون بہنے کا، بلکہ اس ملک میں اسلام کی شکست کا ذریعہ بنا۔ خدانہ کرے ہم آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسے کسی جرم کے مجرم بنا کر حاضر کیے جائیں۔

یہ آپ کے بھائی کی ایک خادمانہ عرض داشت ہے۔ ایک مدت سے اس کے دل میں آپ سے کچھ عرض کرنے کی تمنا تھی، مگر انتظار تھا کہ یہ کام کسی موقر بزرگ کی طرف سے انجام پائے، مگر پھر خیال ہوا کہ شاید جو پہلو اس عاجز کے ذہن میں ہیں، شاید وہ دوسروں کے ذہن میں نہ آسکیں۔ اللہ کے واسطے سنجیدگی سے مسئلے پر غور فرمائیں۔ اگر اپنے کسی مؤقف میں تبدیلی کی ضرورت محسوس فرمائیں تو آخرت میں اللہ کے عظیم اجر اور دنیا میں اس کی غیبی مدد ونصرت کی توقع کے ساتھ اس تبدیلی کو کر گزریں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو!　　(مطبوعہ: ماہنامہ دارالعلوم (دیوبند)، اگست، ستمبر ۲۰۱۴)

محمد رمضان سہیل

مفاہیم تعلیماتِ حدیث

تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

کہیے سلام اس کو جسے جانتے ہیں آپ
کہیے سلام اسے بھی جسے جانتے نہیں
فرماں نبی کا ہے اسے عادت بنایئے
مت سوچئے کہ غیر ہے پہچانتے نہیں

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ

توبہ کی ہوگئی جسے توفیق دوستو
ارشاد ہے نبی کا ذرا غور سے سنو
اس کے تمام کردہ گناہ ہو گئے معاف
جیسا وہ بے گناہ تھا ویسا ہوا وہ صاف

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ

ہے کیسا مسلماں حقیقت میں مسلمان
ارشادِ نبی پڑھیے توجہ سے یہاں پر
اک دستِ ستم گار سے مامون ہو مسلم
اک لفظِ دل آزار نہ آپائے زباں پر

آيَةُ الْـمُـنَـافِقِ ثَلَاثٌ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

کر لیجیے یاد اس کو عمل کیجیے جی سے
ماخوذ یہ مفہوم ہے ارشادِ نبی سے
ہیں تین منافق کی علامات نمایاں
کرتا ہے کوئی بات تو جھوٹ اس میں ہے پنہاں
لڑتا ہے تو گالی پہ اتر آتا ہے یکدم
کرتا ہے امانت میں خیانت بھی دمادم
لازم ہے منافق کی علامات سے بچئے
جو بات ہو مثل اس کی ہر اس بات سے بچیے

اَلرَّاشِىُ وَالْمُرْتَشِىُ كِلَاهُمَا فِى النَّارِ

حکمِ نبی یہی ہے کہ رشوت حرام ہے
ہو ارتکابِ جرم تو رحمت حرام ہے
لینے پہ اور دینے پہ یکساں وعید ہے
دونوں پہ واجب آگ ہے جنت حرام ہے

نَوْمَةُ الصُّبْحِ تُوْرِثُ الْفَقْرِ

وقتِ سحر دعاؤں کا وقتِ قبول ہے
کھونا سحر کا مانعِ رزق و حصول ہے
اٹھیے نماز پڑھیے اسی میں بھلائی ہے
اس رحمتوں کے وقت کا کھونا فضول ہے

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى

ہوتا ہے تہی دست تہِ دستِ سخاوت
اک ہاتھ ہے محتاج کا اک دستِ غنی ہے
دونوں میں بظاہر تو یہی فرق ہے لیکن
بہتر یدِ بالا ہے یہ تعلیمِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شہیدِ مدینہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

شہیدِ حق جو ہیں ، ان کا ماتم کبھی کیا ہے نہ ہم کریں گے
وہ لوگ محسن ہیں ، اُن پہ ہرگز کبھی نہ ایسا ستم کریں گے

نبی کے داماد اور صحابی ، نبی کے برحق سِوُم خلیفہ
جبیں عقیدت کی اُن کے در پر بڑی محبت سے خم کریں گے

شہیدِ حق نے ہی خوب سمجھا تھا رازِ الفت ، مقامِ الفت
ہم اُن کی عزت پہ مرنے مٹنے کا کچھ ذرا بھی نہ غم کریں گے

نبی نے اُن کو یہ کی وصیّت اتارنا مت قمیص و خِلعت
بھرم خلافت کا رکھنا قائم کہ خود ہی مالک کرم کریں گے

شہیدِ حق پر خدا کی رحمت ، ادا کیا حقِّ جا نشینی
ہم اُس جیالے غنی کے قرباں تمام جاہ و حشم کریں گے

ہوئے وہ امّت کے حق پہ قرباں ، کسی کا موروثی حق نہ سمجھا
نَمازِ الفت میں اپنا کعبہ اُنھی کا نقشِ قدم کریں گے

شہیدِ حق کا مقام سمجھا تو خود کو اُن کا غلام سمجھا
اُنھی کو اپنا امام سمجھا ، اُنھی کا اُونچا علم کریں گے

وفا شِعاری حلالیوں کا نشانِ ایثار بن چکا ہے
خدا سے وعدہ کیا ہے، پُورا اسے خدا کی قسم کریں گے

◆ ◆ ◆

سلمان قریشی

منقبت در مدحِ سیّدہ زینب بنتِ علیؓ سلام اللہ علیہا

صداقتوں کے چراغ سارے جلا گئی ہے علیؓ کی دُختر
حق اور ناحق کا فرق سارا بتا گئی ہے علیؓ کی دُختر

حیا کا پیکر سخا کی خوگر غنا ہے جس کی جبیں کا جھومر
صفاتِ عالی سے ذات اپنی سجا گئی ہے علیؓ کی دُختر

وہ جس کی سیرت دلوں میں سب کے گلاب بن کر مہک رہی ہے
نبیؐ کے آنگن میں بن کے موجِ صبا گئی ہے علیؓ کی دُختر

بجز خدا کے جہاں میں کوئی نہیں ہے مشکل کشا تبھی تو
خدا کے آگے جبیں کو اپنی جھکا گئی ہے علیؓ کی دُختر

نبیؐ کی عترت ہے پاک طینت اور اپنے اعمالِ صالحہ سے
مقام خُلدِ بریں میں اپنا بنا گئی ہے علیؓ کی دُختر

فضائے کوفہ و شام اب بھی گواہ ہے سب سبائیوں کے
نقاب رُخ سے منافقت کا ہٹا گئی ہے علیؓ کی دُختر

منافقوں نے لگا کے تہمت کیا ہے بدنام کربلا میں
یہ غیر ممکن ہے دوستو! بے رِدا گئی ہے علیؓ کی دُختر

دکھا کے کردار اپنا سب کو بتایا سب کچھ ہے دین اپنا
ہر ایک عورت کی دھڑکنوں میں سما گئی ہے علیؓ کی دُختر

نبیؐ کے اصحابؓ کی اے سلمانؔ پیروی میں ہے کامرانی
ہم ایسے بھٹکے ہوؤں کو رستہ دکھا گئی ہے علیؓ کی دُختر

سید عطاء المنان بخاری

امامِ مظلوم، شہیدِ مدینہ، خلیفۂ راشد، امیر المؤمنین

سیدنا عثمان سلام اللہ ورضوانہٗ علیہ

امیر المؤمنین، امام ثالث، عادل وراشد وبرحق، پیکرِ حیا، ذوالہجرتین، ذوالنورین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اسلام اور مسلمانوں کے تیسرے خلیفۂ راشد تھے۔

نام ونسب:

والد کی طرف سے آپ کا نسب اس طرح ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ پانچویں پشت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبد مناف سے جا ملتے ہیں۔ (۱) والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے۔ اَروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔ والدہ کی طرف سے بھی آپ پانچویں پشت میں عبد مناف تک پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں۔ (۲)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی سیدہ ام الحکیم البیضاء، خواجہ عبد المطلب کی بیٹی، حضرت عبد اللہ کی سگی بہن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں۔ یعنی سیدنا عثمان کی والدہ ''اَروٰی'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اس نسبت سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے ہیں۔ (۳) والد عفان حالتِ کفر میں انتقال کر گئے۔ لیکن والدہ سیدہ اَروٰی نے اسلام قبول کیا اور اپنے بیٹے عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں اس نسبت سے ''ذوالنورین'' کا لقب ملا۔ (۵)

پہلا خطبۂ خلافت:

سیف بن عمر نے بدر بن عثمان سے ان کے چچا کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب اہل شوری نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو آپ باہر آئے۔ آپ نے منبر نبوی کے پاس آ کر منصب خلافت سنبھالنے کے بعد لوگوں سے پہلا خطاب کیا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ منبر کے سرے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی پھر تمام لوگوں نے بیعت کی آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور فرمایا:

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۵۳، (۲) انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱، (۳) اسد الغابہ، ج ۵، ص ۱۹۱، (۴) طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۶۶، انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱، (۵) الاصابہ، ج ۲، ص ۴۵۵

''تم ایک قلعہ اور عمر کے بقیہ حصہ میں ہو، پس تم مقدور بھر اپنی موتوں کی طرف بھلائی کے ساتھ سبقت کرو۔ تم صبح ومسا کے لیے آئے ہو۔ آگاہ رہو! دنیا دھوکے پر مشتمل ہے پس دنیاوی زندگی تم کو دھوکہ نہ دے اور نہ اللہ کے بارے میں دھوکہ دے۔ جو لوگ گزر چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو پھر کوشش کرو اور غافل نہ بنو۔ دنیا کے وہ بھائی بند کہاں ہیں جنہوں نے اسے پھاڑا اور آباد کیا اور طویل عرصہ تک اس سے فائدہ اٹھایا۔ کیا اس نے انہیں پھینک نہیں دیا؟ دنیا کو وہاں پھینکو جہاں اسے اللہ نے پھینکا ہے اور آخرت کو طلب کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس کی بہتر مثال بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا. اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (سورۃ الکہف، ۴۵)

''اے نبی ان کے سامنے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کرو جو اس پانی کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا اور اس سے زمین کی روئیدگی مل جل گئی اور وہ چورا ہو گئی جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک بہتر ثواب اور بہتر امید کا باعث ہیں۔'' (تاریخ ابنِ کثیر (اردو): جلد ۷، صفحہ ۲۹۳، ۲۹۵، نفیس اکیڈمی، کراچی)

آپ کی خلافت کا عرصہ تقریباً بارہ برس ہے۔ جس میں چھے سال تو اسلامی سلطنت کی فتوحات اور عروج کے تھے جن میں ابتداء کچھ پریشانیوں اور بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس سب کے باوجود اپنے پیش رو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ادوار کی مثل بہت پرامن رہے۔ لیکن آخری چھے سال بہت بھاری رہے جن میں عبداللہ ابن سبا یمنی یہودی اور اس کی ذریۃ البغایا نے سازشیں کیں جن کا مرکز کوفہ، بصرہ اور مصر کو بنایا۔ مختلف اوقات میں باری باری مدینہ پر تین مرتبہ یورش کی ہر مرتبہ امام مظلوم نے قتل وغارت گری سے گریز کیا۔ لیکن آخری حملہ بہت سخت تھا کہ بلوائی پہلے اپنے مطالبات منظور کروا کر معاملہ ختم کر گئے۔ جب صحابہ مطمئن ہو کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان سے دفاعی پوزیشن ختم کر کے اپنے گھروں کو لوٹے تو سازشیوں کو اس موقع کا انتظار تھا انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور خلافت اسلامیہ کے سقوط کی ٹھان لی۔ مدینہ میں داخل ہو گئے حتیٰ کہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصر خلافت تک پہنچ گئے۔ حج کا موسم تھا مدینہ میں لوگ کم تھے باغیوں نے سوچا کہ لوگوں کے آنے سے پہلے ہی اپنا منصوبہ مکمل کر لیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک گشتی مراسلہ مختلف شہروں کے لوگوں کے پاس بھیجا جو کہ وہاں پر سنایا گیا جس کے بعد لوگوں میں بڑا جوش پایا گیا شام سے سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے حبیب بن مسلمہ الفہری کو، مصر سے عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح نے معاویہ بن خدیج کو اور اہل کوفہ کی طرف سے قعقاع بن عمرو اپنے فوجی دستوں کے ساتھ نکلے۔ کوفہ، بصرہ، مصر میں موجود تمام صحابہ وتابعین جانا چاہتے تھے لیکن جب امراء اپنی فوجوں کے ساتھ نکل پڑے تو انہوں نے ارادہ فسخ کر دیا۔ باغی گروہ ایک ماہ سیدنا عثمان رضی

اللہ عنہ کے گھر کے باہر پڑاؤ ڈالے رہا۔ ابتداء میں تو آپ کو مسجد جانے کی اجازت بھی تھی لیکن بعد میں اس سے بھی آپ کو روک دیا گیا اور گھر میں ہی مقید کر دیا۔

شہادت سے قبل آخری خطبہ:

ایک روز اتمام حجت کے لیے آپ نے بالائے بام سے باغیوں سے خطاب کیا اور فرمایا

''میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ کہو کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر بئر رومہ خرید کر اس کا پانی تمام مسلمانوں کے لیے وقف نہیں کر دیا تھا؟ سب نے کہا، ہاں! پھر فرمایا: مسجد نبوی تنگ تھی اس میں سب نمازی نہیں سما سکتے تھے تو کیا میں نے اس کی ملحقہ زمین خرید کر اس کی توسیع نہیں کی؟ سب نے کہا ہاں! پھر فرمایا: جب جیش عسرہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امداد کی اپیل کی تو کیا اس وقت میں نے جیش عسرہ کی مکمل تیاری کا بندوبست نہیں کیا تھا؟ اور کیا اس پر مسرور ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو جنت کی بشارت نہیں دی تھی؟ سب ایک آواز ہو کر بولے ہاں! حضرت عثمان نے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہ۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ جب حراء پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور میں ہم تینوں کھڑے تھے اور پہاڑ لرزنے لگا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے حراء ٹھہر! اس وقت تیری پشت پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ حضرت عثمان نے زور دے کر پوچھا، لوگو بتاؤ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا، سب نے بیک آواز کہا ہاں بیشک۔ (موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، صفحہ ۵۳۶ تا ۵۴۳)

لیکن ختم اللہ کی مہر شقاوت ان پر ثبت کر دی گئی تھی اور نار جہنم ان کے استقبال کے لیے منتظر تھی۔ آپ کے خطبے کے بعد بھی وہ اپنے مؤقف پر قائم تھے کہ یا تو خلافت سے دستبردار ہوں ورنہ قتل کر دیے جائیں۔ اس صورتحال میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جیسے کبار اور دیگر جاں نثار صحابہ نے باغیوں کے مقابلے کی اجازت طلب کی جس سے امیر المؤمنین نے منع فرما دیا۔ سیدنا زید بن ثابت آپ کے پاس آئے اور یہاں تک عرض کی ''انصار دروازہ پر حاضر ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہم دوبارہ انصار بننے کے لیے حاضر ہیں۔'' امام مظلوم نے فرمایا ''اگر مقصد جنگ کرنا ہے تو میں اجازت نہیں دوں گا۔'' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ امام وقت ہیں اس وقت جو صورتحال ہے اس کے پیش نظر تین صورتیں ہیں کوئی ایک اختیار فرمالیں

(۱) آپ کے پاس طاقت ہے آپ دشمنوں کا مقابلہ کیجیے۔

(۲) کاشانۂ خلافت کے عقب میں ایک دروازہ بنا دیتے ہیں وہاں سے نکل کر مکہ روانہ ہو جائیں باغی حرم میں جنگ نہ کریں گے۔

(۳) عقبی دروازہ سے نکل کر شام چلیے وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں اور شام کے لوگ وفادار بھی ہیں۔

لیکن امام تینوں صورتوں میں سے کسی پر راضی نہ ہوئے اور فرمایا:

''میں مقابلہ نہیں کروں گا کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پہلا خلیفہ بننا گوارہ نہیں کر سکتا جس کے ہاتھوں

امت میں خوں ریزی کا آغاز ہوا ہو۔ میں مکہ بھی نہیں جاؤں گا کیوں کہ یہ خیرہ سر وہاں بھی خوں ریزی سے باز نہ آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے کہ قریش کا ایک شخص مکہ کی حرمت اٹھائے گا میں وہ شخص بننا برداشت نہیں کرسکتا۔ رہاں شام جانا! تو وہاں کے لوگ ضرور وفادار ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں ہیں لیکن جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دارالہجرت سے جدائی اور دوری کس طرح منظور کرسکتا ہوں''

حج کے دن ختم ہونے کے قریب ہوتے جارہے تھے اور باغی محاصرہ تنگ کررہے تھے یہاں تک کہ اب تو باہر کے کسی آدمی کو کاشانۂ خلافت میں بھی نہیں جانے دیا جارہا تھا اور امام مظلوم کا پانی بھی بند کردیا گیا تھا۔ اب جتنا وقت گزرتا جارہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کے باعث سیدنا عثمان کو اپنی شہادت کا یقین ہوتا جاتا تھا اور آپ نے اس کی تیاری شروع کردی تھی چنانچہ جس دن واقعۂ شہادت پیش آیا ہے وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ روزہ سے تھے اسی حال میں غشی کی سی کیفیت ہوگئی جب اس سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں نے نیم خوابی کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عثمان آج کا روزہ تم ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ آپ نے اس روز بیس غلام بھی آزاد کیے اور ایک پائجامہ جو آپ نے کبھی استعمال نہیں کیا تھا اسے زیب تن فرمایا اور اپنے رب کے حضور پیش ہونے کی تیاری مکمل کرلی۔

''امام مظلوم اپنے جاں نثاروں کو تاکیداً ہتھیار اٹھانے سے منع کرہی چکے تھے لیکن باغیوں نے کمک کے قریب آنے کی خبر سنی تو غصہ سے بدحواس ہوگئے۔ کاشانۂ خلافت کے دروازہ کی طرف بڑھے اور آگ لگادی۔ اندر جو حضرات موجود تھے وہ باہر نکل آئے اور طرفین میں سخت نبرد آزمائی ہوئی۔ جس میں سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا مروان ابن الحکم رضی اللہ عنہما کو شدید زخم پہنچے۔ کاشانۂ خلافت کے پڑوس میں عمرو ابن حزم کا مکان تھا اس مکان کی ایک کھڑکی امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں کھلتی تھی۔ طرفین میں نبرد آزمائی ہورہی تھی کہ محمد بن ابی بکر اور چند ساتھی اس کھڑکی میں سے چھلانگ لگا کر کاشانۂ خلافت میں گھس آئے۔ امام روزے کی حالت میں تھے عصر کے بعد کا وقت تھا آپ کی بیوی سیدہ نائلہ آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ موت سامنے تھی اور آپ کے سامنے قرآن مجید کھلا تھا آپ تلاوت کررہے تھے۔ اسی عالم میں محمد بن ابی بکر نے لپک کر امیر المؤمنین کی داڑھی مبارک پکڑی اور حد درجہ بدکلامی کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھتیجے! داڑھی چھوڑ دے اگر آج تیرا باپ زندہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کو پسند نہ کرتا۔ محمد بن ابی بکر بولا میں تو آپ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ سخت معاملہ کرنے والا ہوں۔ اس نے یہ کہا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر امیر المؤمنین کی پیشانی میں پیوست کردیا۔ پیشانی سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا جس سے ریش مبارک تر ہوگئی۔ امیر المؤمنین کی زبان سے بے ساختہ نکلا بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ اور آپ بائیں کروٹ ہوگئے۔ قرآن مجید آپ کے سامنے کھلا تھا اور سورۃ بقر کی تلاوت کررہے تھے۔ پیشانی سے نکل کر خون ڈاڑھی پر آیا اور ٹپکنے لگا تو قرآن مجید پر بھی بہنے لگا یہاں تک کہ اس آیت

فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم پر پہنچ کر خون رک گیا اور قرآن بند ہو گیا۔ اسی اثنا میں کنانہ بن بشر بن عتاب نے لوہے کی ایک لاٹ اس زور سے ماری کہ عثمان ذوالنورین تیوراء کے پہلو کے بل گر پڑے۔ اب سودان بن حمران نے تلوار کا وار کیا اور عمرو بن الحمق نے سینہ پر بیٹھ کر نیزہ سے مسلسل کئی بار حملے کیے تو عالم اچانک تیرہ وتار ہو گیا اور حلم وحیا کے چمنستان میں خاک اڑنے لگی یعنی خلیفۂ ثالث، راشد و عادل امام مظلوم امیر المؤمنین سیدنا عثمان ذوالنورین سلام اللہ ورضوانہٗ علیہ کی روح پُر فتوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی بیوی سیدہ نائلہ نے آپ پر جھک کر سودان بن حمران کی تلوار کا وار ہتھیلی پر لیا تو انگلیاں اڑ گئیں اس کے بعد گھر میں غارت گری شروع کر دی جس کے ہاتھ جو چیز آئی لے کر چل دیے۔‘‘ (طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۵۲)

یہ عظیم حادثہ جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان ۱۸؍ ذوالحجہ ۳۵ھ کو پیش آیا۔ باغیوں کا خوف وہراس پورے شہر میں پھیلا ہوا تھا جس سے لوگ گھروں میں چھپے ہوئے تھے اور یہاں امام کے جسد اطہر کی تدفین کا مرحلہ درپیش تھا۔ اللہ اکبر کیا وقت تھا کہ امام عالی مقام جن کی حکومت وخلافت کل تک مراکش سے کابل تک تھی آج انہی کے جسد اطہر کے لیے دو گز زمین کا حاصل کرنا بھی مشکل تھا۔ آپ کے جنازے میں سترہ آدمی تھے جن میں آپ کی دونوں بیویاں سیدہ نائلہ اور سیدہ ام البنین بنت عینیہ بھی شامل تھیں۔ ایک روایت کے مطابق جنازہ میں صرف چار آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں جبیر بن مطعمؓ، حکیم بن حزامؓ، ابوجہم بن حذیفہ اور نیار بن مکرم الاسلمی۔ یہ حضرات جنازہ کو بقیع شریف کی طرف لائے جبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے پہلو میں حشِ کوکب نام کا ایک نخلستان تھا جو خود حضرت عثمان کی ملکیت تھا اس میں جامۂ شہادت کے ساتھ جسد اطہر کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو بقیع اور حش کوکب کے درمیان جو دیوار حائل تھی آپ نے وہ دیوار گرا کے حش کوکب کو بقیع کا ایک جز بنا دیا۔ صحیح روایت کے مطابق جمعہ کے دن عصر کے بعد شہادت ہوئی تھی اور اس کے بعد ہفتہ کی شب میں تدفین ہوئی۔

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

30 اکتوبر 2014ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر واصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آگ، قاتلِ عثمانؓ کا عبرتناک انجام

کوئی دیوانہ وار چلاّ رہا تھا.....آگ، آگ، آگ، جو بھی یہ چیخیں سنتا خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ وہ گھبرا کر اِدھراُدھر دیکھنے لگتا کہ آگ کدھر بھڑک اٹھی ہے؟ نہ شعلہ نہ دھواں۔ دورتک آگ کا نام ونشان نہ دیکھ کر ہیبت زدہ راہی سوچتا یہ کون شخص ہے؟ اور کیوں اس کرب سے چلاّ رہا ہے؟ اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ آگ دوسرے نہ دیکھ سکتے تھے۔ یہ تو اُس بدنہاد کے دل ودماغ کی آگ تھی جو اسے جھلسائے دے رہی تھی۔ اِس بدکردار کو زندگی ہی میں دوزخ میں جھونک دیا گیا تھا۔ حضرت ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام کے علاقے میں ایک بازار سے گزر رہا تھا کہ یہ اندوہناک چیخیں مجھے سنائی دیں۔ میں اس شخص کے پاس گیا جو دیوانہ وار چلاّئے جارہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر جو کچھ حضرت ابوقلابہ نے دیکھا وہ کوئی بھی دیکھ لیتا تو ایک مرتبہ لرز کر رہ جاتا۔ آواز اِنسانی تھی لیکن یہ چیخیں گوشت کے ایک لوتھڑے سے نکل رہی تھیں جو زمین پر گھسٹتا جارہا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ دونوں آنکھیں اندھی تھیں۔ اللہ جانے کیا منظر اس کی اندھی آنکھوں میں باربار پھر رہا تھا کہ وہ بے بس ہوکر چلاّ تا تھا۔ آگ، آگ۔ ناممکن تھا کہ اس کی آواز سن کر جہنم کی آگ کا خیال نہ آئے۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیوں اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔

حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پاس گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس کے جواب سے معلوم ہوا وہ اُن بلوائیوں میں سے ایک تھا جو امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔

ذوالنورین ماہر نظم ونسق تھے، بہت بڑے مجاہد تھے۔ بلا کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ اتنے بڑے تاجر تھے کہ ان کے برابر مسلمانوں میں کوئی امیر تھا ہی نہیں۔ دولت بھی ایسی پاک کہ کبھی پیاسے مسلمانوں کے لیے کنواں خریدنے کے کام آئی۔ کبھی مسجدِ نبوی کو وسیع کرنے میں لگی، کبھی غزوۂ تبوک کے سروسامان میں خرچ ہوئی۔ ایک حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایک حضرت ابوبکر اور ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہم یہ تین ہی تو تھے جن کی دولت سب سے زیادہ مسلمانوں کے کام آئی۔

وہ کلام اللہ کے حافظ تھے اور کلام اللہ کے ایک ایک لفظ کی حفاظت کرنے والے تھے۔ انھی نے اُمّت کو ایک قرأت پر جمع کیا تھا۔ سبائی کو چہ گرد اسی لیے اُن کی جان کے درپے ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے آستین کے سانپوں نے سمجھا تھا کہ ملّتِ اسلامیہ کو انھوں نے پارہ پارہ کردیا۔ جیسے جیسے رومی اور مجوسی اپنے اپنے علاقوں پر دوبارہ قابض ہوتے جارہے تھے سبائیوں کی بن آئی تھی۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آہنی دیوار بن کے اندرونی اور بیرونی ہر سیلاب کو روکا۔ چھینے ہوئے علاقے پھر واپس لے لیے، نظم ونسق کو پوری طرح گرفت میں رکھا۔ منافق شورہ پشت اپنے خفیہ اڈوں سے نکلے ہی تھے کہ پھر روپوش ہوگئے۔ اسلامی مملکت عثمانی دورِ خلافت میں بہت پھیلی۔ انھی کی توجہ سے مسلمانوں کا پہلا بحری

بیڑہ بنا اور مسلمانوں نے پہلی بحری فتح حاصل کی۔ وہ معاملہ فہم نہ ہوتے تو اتنے بڑے تاجر نہ ہوتے۔ وہ مدبر نہ ہوتے تو ابوبکرو عمر رضی اللہ عنہما کے مشیر ووزیر نہ ہوتے۔ ان کی مالیاتی سوجھ بوجھ کام نہ آتی تو فارس کے مفتوحہ علاقے جاگیروں میں بٹ جاتے۔ اسلام کی مالیاتی پالیسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنائی۔ ان کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بٹایا۔

منافق ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ جھوٹ کے یہ پتلے ایک بات بھی صحیح ثابت نہیں کر سکتے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے اسلامی مملکت کو مضبوط اور مستحکم بنایا۔ بس یہی بات یہودیوں اور ان کے چیلوں چانٹوں کو بری معلوم ہوتی ہے اور یہ اُن پر طرح طرح سے حرف گیری کرتے ہیں۔

اُس بدبخت نے ابوقلابہ کو تفصیل سنائی تو کہا:

''میں امیر المؤمنین کے گھر میں کود کر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ ان کی شریک حیات آڑے آئیں، میں نے انھیں ایک تھپڑ رسید کیا۔ وہ گوشت کا لوتھڑا اپنی سرگزشت کیا سنا رہا تھا اس کی بدبختی منہ سے بول رہی تھی۔ اس نے کہا کہ میری دریدہ ذہنی اور دست درازی دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا۔''

فرمایا: ''یہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ ناحق ایک پردہ دار بی بی پر ہاتھ اٹھاتا ہے؟ اور پھر انتہائی مظلومیت میں ان کی زبان سے نکلا...... خداوندا! اس ستمگار کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے! اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے! اسے آگ کا لقمہ بنا دے۔'' اس نے کہا یہ بددعا سن کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مظلوم کی آہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے یہ منظر خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت عثمان کی فریاد پر عرشِ الٰہی لرز گیا تھا۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ جنت کی سب سے زیادہ بشارتیں انھی کو ملی تھیں۔ دنیا نے بہت جلد ان کی آہِ رسا کا انجام دیکھ لیا۔

یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ...... امیر المؤمنین سے گستاخی کرنے والوں میں کوئی غضبِ الٰہی سے نہ چھوٹا۔ یہ دیوانے کتوں کی طرح پاگل ہو کر مرے۔ حضرت نافع کا بیان ہے...... جس نے ان کا عصا اپنے گھٹنے کے بل پر توڑا تھا اس کی وہ ٹانگ ہی سڑ گئی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ...... اللہ کی قسم! قاتلینِ عثمان کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کوئی اور نہیں۔

ابوقلابہ سے اُس سڑے گلے گوشت کے لوتھڑے نے کہا...... میرے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ میری آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اب ایک آگ کا مرحلہ باقی ہے جو ضرور پورا ہوگا۔ کون جانے جو آگ باہر سے نظر نہ آتی وہ اندر سے اسے کس طرح جلائے جاتی تھی کہ وہ بے تحاشا چلّانے لگتا تھا۔ آگ، آگ، آگ! (تجلی: ۳۸۷ تا ۳۹۰)

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی (کاندھلہ، انڈیا)　　　　قسط:۲

صحابۂ کرام، خصوصاً ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے سیدنا علی اور خانوادہ حسنین رضی اللہ عنہم کی متواتر رشتہ داریاں

اب ہونا کیا چاہیے؟

یہ نظریہ رکھنے والے لوگ، چار پانچ کے علاوہ جملہ صحابہ کرام کو بالکل نظرانداز بلکہ مسترد کرتے ہیں، ان کا احترام تو کیا کرتے، ان کی جلالت شان اور عظمت و کرامت کی کیا تحسین کرتے، وہ تو (توبہ، توبہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ) ان سب کے ایمان پر شک ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے سخت الزامات و افتراآت اور ناقابل عبور اختلافات کی وسیع ترین خلیج کے ہوتے ہوئے، جس میں ایک نسبتاً بہت چھوٹا سا گروہ یا جماعت، اُمّتِ مسلمہ کے اجتماعی عقیدہ اور جملہ احادیث وروایات اور معتبر سے معتبر تاریخی حوالوں کو مسترد کر رہی ہے اور اکثریت کے بڑے سے بڑے دینی مذہبی پیشواؤں کی نہایت شدید اور مسلسل دل آزاری کرنے، اکثریت کے دلوں کو ہر وقت زخم پہنچانے اور ہر دن نئے انداز سے ناوک فگنی کرنے کو، اپنا کمال اور عبادت سمجھتی ہے۔

اور اس صورت میں جب اہلِ سنت کے دلائل کو (بقول خود) محبین اہلِ بیت رد کرتے ہیں اور اہلِ تشیع کے دلائل کو اہلِ سنت ناقابل اعتبار گردانتے ہیں، تو اب وہ کون سا تیسرا اور ایسا معتمد ذریعہ ہے جس کی صداقت اہل تشیع بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوں اور اہلِ سنت کو بھی اس سے اختلاف نہ ہو اور اس سے یہ بھی بے غبار سامنے آجائے کہ سچائی دراصل کہاں ہے۔ کیا واقعتاً حضرات اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے درمیان ایسے ہی اختلافات تھے جن کی گرہ کشائی ناممکن تھی، یا دونوں بڑوں، ان کی اولاد، خاندان اور نسلوں کے درمیان محبت ومؤدت، کرم فرمائی واحسان مندی کا ایسا دراز سلسلہ تھا، جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑتی چلی جاتی تھیں، اور کہا جا سکتا تھا کہ ان میں قربت و عنایات کی ایک دائمی لہر، ایسا دریا زمزم بہہ رہا تھا، جس کے کناروں پر، اعتبار واعتماد وراحت و دل آویزی اور قرابت و قربت کے چمنستان آباد تھے۔ تاریخ اور علم الانساب کے دفتر کہہ رہے ہیں کہ ایسا ہی تھا، دونوں خاندانوں میں عہدِ نبوی میں، جو یگانگت آپس داری اور قرابت وقربت کی ڈور بندھی تھی، وہ نسلوں تک اسی طرح بندھی رہی، اس میں اسی طرح گل بوٹے نکلتے رہے اور اسی طرح اس پر نئی نئی بہار آتی رہی اور نئے نئے پھول نمودار ہوتے رہے۔

ان تمام رشتوں کی تفصیلات سے پہلے اس موضوع کو مکمل کرنے کے لیے مختصراً یہ جان لینا بھی نہایت مفید اور چشم کشا ہوگا کہ حضرت صدیق اکبر، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے متعلق، دامادِ رسول، حضرت علی حیدر رضی اللہ عنہ، ان کے صاحبزادگانِ سراپا منزلت اور اُن کے محترم اخلاف، خصوصاً حضرت محمد باقر اور حضرت جعفر صادق رحمہما اللہ کیا فرماتے تھے، ان کے دلوں میں حضرات شیخین کی محبت کس درجہ رچی بسی ہوئی تھی اور یہ سب شیخین کی محبت اور اتباع کو کیا

بلند مقام دیتے تھے۔ قابلِ توجہ یہ ہے کہ آئندہ سطور میں درج اس طرح کی تمام روایتیں شیعوں کے مستند ترین ماخذ میں شامل ہیں، اوران کے نہایت معتمد لوگوں سے حوالے منقول ہیں، لہٰذا ان کی صحت میں شیعہ صاحبان کو بھی کلام نہیں مگر......

اس کے بعد آلِ ابی طالب کے خاندانوں کی، شیخین وغیرہمؓ سے قریب ترین رشتہ داریوں، نسبتوں اور دائمی ربط وضبط کی تفصیلات، معتبر شیعہ کے حوالہ سے نقل کی جارہی ہیں، جو ان لوگوں پر بطور خاص حجت ہیں، جو ان کتابوں اور ان کے مصنفین کو اپنا مسلّمہ عالم اور پیشوا مانتے ہیں۔ **واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم**

کسی پر بھی لعنت کرنے کی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی زبان سے صاف ممانعت:

حالانکہ خود اس فرقہ کی اہم ترین مذہبی کتابوں میں، اس لعن طعن کی ممانعت ہے، اس سے منع کیا گیا ہے اور برملا کہہ دیا گیا ہے کہ:

ان اللعنة اذ خرجت من فی صاحبها ترددت، فان وجدت مساغا و الا رجعت علی صاحبها. (اصول کافی، شیخ یعقوب کلینی، ص: ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ منشی نول کشور لکھنؤ: ۱۳۰۲ھ)

ترجمہ:　جب کسی کے منہ سے (کسی کے لیے لعنت) نکلتی ہے تو وہ ٹھہر جاتی ہے، جس پر لعنت کی گئی ہے، اگر وہ اس کا مستحق ہو تو اس پر جاتی ہے، ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

یہ روایت اہل تشیع اور خانوادہ اہل بیت کو ماننے کا دعویٰ کرنے والوں سے، بہت کچھ کہہ رہی ہے اور سوال کرتی ہے کہ جب تم ہمارے کہنے والوں کی یہ ہدایات نہیں مانتے، پھر ماننے اور محبت کا دعویٰ کیسا؟ اس روایت کا بہت ہی اہم پہلو یہ ہے کہ یہ روایت بھی اور اس موضوع کی ایک اور روایت، خود حضرات حسنین اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔ کیا ان کے ایسے صاف اقوال کو نظر انداز کر کے، بلکہ ان کی کھلی مخالفت کر کے، خود کو ان حضرات کا ماننے والا کہا جا سکتا ہے اور کیا ان کی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیمات کو جان بوجھ کر، چھوڑنے اور نظر انداز کرنے سے راہِ ہدایت حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرات شیخین سے حضرت علی اور خانوادہ حسنین رضی اللہ عنہم کی محبت اور ان کی تقلید کی روایات:

اور اس کے ساتھ ہی اس کا جائزہ لینا بھی نہایت ضروری ہے کہ، وہ تمام اکابر جن کو اہل تشیع اپنے سب سے بڑے مقتداؤں میں جانتے ہیں وہ اپنی زبان سے حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی نسبت کیا فرماتے تھے اور ان کے یہ ارشادات گرامی وہ نہیں ہیں جو علمائے اہلِ سنّت کی کتابوں میں درج ہیں، بلکہ یہ خود اہلِ تشیع کے ممتاز ومعتبر ترین ماخذ میں درج ہیں۔ یہاں معتبر شیعہ ماخذ میں موجود متعدد روایتوں میں سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی عظمت شان کے اعتراف، ان کے کامل اتباع، اُن کے حق پر ہونے کی تصدیق اور ان سے اپنی دلی محبت کے اظہار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت محمد باقر اور حضرت جعفر صادق نیز (شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق امام غائب) حسن عسکری کی صرف ایک ایک روایت یہاں نقل کی جارہی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان حضرات کے شیخین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے اختلافات کی اطلاعات غلط ہیں، جو ان حضرات کے مشترکہ بدخواہوں نے گھڑی ہیں اور پھیلائی

ہیں اوران میں سے اکثر روایتیں اوراطلاعات بہت بعد کی ایجاد اور بلاشبہ غلط ہیں۔

الف: نہج البلاغہ میں (جوحضرت علی کرم اللہ کے اقوال وافادات وکلمات کا معروف ومعتبر مجموعہ ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں:

للّٰـه درُّ فلانٍ فلقد: قوم الأود، و داوی العمد، و أقام السنة، و خلّف البدعة، ذهب نقی الثوب، قلیل العیب، أصاب خیرها، و سبق شرّها، أدّی الی اللّٰه طاعته، و اتّقاه بحقه، رحل و ترکهم فی طرق متشعّبة لا یهتدی فیه الضال، یستیقن المهتدی (انتهیٰ)

(اظہار الحق، ج:۳، ص: ۹۳۸۔ تحقیق محمد احمد، محمد عبدالقادر ملکاوی (ریاض: ۱۴۱۰ھ)

فلاں شخص کتنا اچھا اور بہترین تھا، کیونکہ اس نے کجی کو سیدھا کیا، سنگین بیماری کا علاج کیا، سنت کو قائم اور جاری کیا، بدعت کی مخالفت کی، دنیا سے پاک دامن گیا، بہت کم عیب والا تھا، بہترین افعال کرتا رہا، برے افعال سے محترز رہا، اللہ کی فرمانبرداری کرتا رہا، اللہ سے اسی کے حقوق میں سب سے زیادہ ڈرنے والا تھا۔ خودتو چلا گیا لیکن لوگوں کو منتشر اور پراگندہ چھوڑ گیا کہ اس میں گمراہ کے لیے کوئی ہدایت حاصل کرنے کی صورت اور ہدایت یافتہ کے لیے یقین کی شکل نہیں۔

(بائبل سے قرآن تک، ج:۳، ص:۲۶۔ ترجمہ: مولانا اکبر علی صاحب شرح وتحقیق: مولانا مفتی تقی عثمانی، (کراچی: ۱۳۹۱ھ)

اس روایت میں جس عالی مرتبہ شخص کی بے پناہ تعریف وتوصیف کی گئی ہے وہ کون تھے؟ نہج البلاغہ کے اکثر شارحین خصوصاً علاّمہ بحرانی نے (م ۶۸۱۔ ۱۲۸۲ م) لکھا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ نہج البلاغہ کے بعض اور شارحین (جو سب شیعہ صاحبان ہیں) کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ ہے۔ دونوں میں سے جو بھی اس سے مراد ہوں، یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حضرات کیسے زبردست اور عالی اوصاف کے حامل تھے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ان اوصاف عالیہ اور کمالاتِ وہبیہ میں، جن کا سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تذکرہ فرمایا ہے، دونوں ہی حضرات اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر تھے۔

ب: محمد باقر کا ارشاد:

کشف الغمہ تصنیف شیخ علی بن عیسیٰ الاربلی (م ۶۹۲ھ ۱۲۹۳ء) میں ہے کہ حضرت ابوجعفر، محمد الباقر سے تلوار پر نقش ونگار بنانے کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا ہاں جائز ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلوار پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ سائل نے کہا آپ بھی ابوبکر کو ''صدیق'' کہتے ہیں؟ یہ سن کر حضرت باقر اپنی نشست سے کود کر اٹھے اور فرمایا: **نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق.** ہاں صدیق تھے، ہاں صدیق تھے، ہاں صدیق تھے۔ اور جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کی کسی بھی بات کو دنیا اور آخرت میں سچا اور سیدھا نہ کرے۔

ج: حضرت باقر کا ایک اور ارشاد:

الفصول المهمه فی اصول الائمه (تالیف شیخ محمد بن حسین الحر العاملی) میں حضرت صدیق اکبر سے متعلق، حضرت ابوجعفر (محمد الباقر) کا ایک قول اور منقول ہے۔ لکھا ہے کہ ایک جماعت، چند آدمی خلفائے ثلاثہ سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی اور نکتہ چینی میں مصروف تھے۔ ان کی بات سن کر حضرت باقر نے قرآن کریم

کی آیت **السابقون الاوّلون** اورمہاجرین کے متعلق متعدد آیات کی تلاوت کی اورفرمایاتم ان میں سے نہیں ہو، جن کی قرآن مجید میں تعریف فرمائی گئی ہے، یعنی حضرات خلفائے ثلاثہ اس کا مصداق ہیں اوران میں شامل ہیں، مگراس کے متعلق تبصرے اور بری رائیں رکھنے والے اس جماعت سے خارج ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے رضوان ومغفرت کی بشارت عطا فرمائی ہے۔

د: حضرت جعفر صادق کا فرمان:

امام محمد بن حسن شیبانی ابوحفصہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی (حضرت باقر) اورجعفر بن محمد (حضرت جعفر صادق) سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی بابت پوچھا، توانھوں نے کہا: وہ دونوں امام تھے، عادل تھے، ہم ان سے محبت رکھتے ہیں اوران کے دشمن سے بیزار ہیں۔ اس کے بعد جعفر بن محمد میری طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا: اے سالم کیا کوئی شخص اپنے نانا کو برا کہے گا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں۔ مجھے میرے جد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو، اگر میں ان سے محبت نہ رکھوں۔

اور ابوجعفر (حضرت باقر) سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کو نہ جانا وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل رہا، اوران سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نسبت کیا کہتے ہیں؟

فرمایا: میں ان سے محبت رکھتا ہوں اوران کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور میں نے اپنے گھر میں سب کو دیکھا کہ ان سے محبت کرتے تھے۔

نیز ان سے پوچھا گیا کہ جولوگ حضرت ابوبکر وعمر کو برا کہتے ہیں (وہ کیسے ہیں؟) فرمایا: وہ بے دین ہیں۔(۱)

اس طباعت کے حاشیے پر ”ازالۃ الخفاء“ کا صحیح فارسی متن بھی مولانا عبدالشکور لکھنوی کی تصحیح سے درج ہے صرف ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو: ترجمہ ازالۃ الخفاء، ص: ۴/۴۰۵، نورمحمد اصح المطابع کراچی: بلاسن

ہ: امام غائب کی نصیحت:

شیعہ صاحبان کے گیارہویں امام، حسن عسکری (بن علی بن محمد، م۲۶۰ھ۔۸۷۴ء) سے منسوب تفسیر قرآن (کشف الحجب) کے حوالہ سے، جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام ضروری ہونے اوران کو برا کہنے والوں کے لیے ایک بہت واضح اورگویا قولِ ناطق نقل کیا گیا ہے، جوایسے لوگوں کے لیے آئینہ اورسامان عبرت ہے، جوحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نازیبا کلمات زبانوں سے نکالتے ہیں۔ فرمایا:

إن رجلا ممن یبغض آل محمد و اصحابه أو واحدا منهم، یعذبه اللّٰه عذاباً لو قسم علی مثل خلق اللّٰه لاهلکهم اجمعین.	جوشخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یا اصحاب، یاان میں سے کسی ایک سے بھی بغض اوردشمنی رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کوایسا شدید عذاب دے گا کہ اگر اس عذاب کوساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے توسب کو ہلاک کردے۔(۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اوراس خانوادہ کے جلیل القدر اکابر اور رہنماؤں کے مذکورہ بالا معتبر ارشادات وکلمات

(۱) ”یہ اوراس کے علاوہ اس مفہوم کی متعدد معتبر روایتیں حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں نقل فرمائی ہیں۔ ملاحظہ ہو: ازالۃ الخفاء مع ترجمہ: مولانا عبدالشکور کاکوری لکھنوی، ص: ۲۲۴، جلداوّل۔ عمدۃ المطابع، لکھنؤ: طبع اوّل“

(بقیہ حاشیہ، صفحہ ۳۳ پر)

سے عیاں ہو جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کی اولاد اور گھرانہ اسی طریقہ پر کاربند اور عامل رہے اور اسی طریقہ کو صحیح قابلِ عمل اور اسوۂ نبوی کے مطابق سمجھتے تھے، جو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا (معاذ اللہ) مخالف اور بعد میں ایک مستقل گروہ کا قائد وسردار اور ایک نئے مذہبی طریقہ کا قائد وامام قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان کا اور خلفائے ثلاثہ کا راستہ الگ الگ تھا۔ اور اسی کو بنیاد بنا کر اور بھی بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں مگر یہ روایات صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ خانوادۂ حسنین رض اللہ عنہم اور ان کے اسلاف واخلاف، حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ اور روایات واعمال کی پابندی کو لازم جانتے تھے، ان کے ہی طریقہ پر چلتے تھے، ان کے معمولات اور اُسوہ کو اپنی خوش بختی کا سامان اور ذریعۂ خیر گردانتے تھے، نیز اپنے گھروں اور نسلوں میں ان کی بابرکت یاد کا مسلسل باقی اور تازہ رکھنا ضروری سمجھتے تھے اور اپنی اولادوں کے ان جیسے نام رکھنا اپنے لیے باعث رحمت وسعادت اور نیک فال شمار کرتے تھے۔

خاندانِ حسنین رضی اللہ عنہم کے جلیل القدر اصحاب حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے اپنی خاندانی نسبت اور آبائی رشتہ پر فخر کرتے تھے اور ان کی اولاد میں رشتہ داریوں کو، ان کے داماد بننے کو، اپنے اور اپنے گھرانوں کے لیے سامان خیر و برکت قرار دیتے تھے۔

ایسے ایک دو واقعات یا رشتے نہیں بلکہ ایسے ناموں کے اعادہ وتکرار اور ایسے رشتوں کے تواتر واہتمام کی ایک لمبی تاریخ ہے، جس سے یہ بات کھل کر آئینہ ہو کر سامنے آتی ہے۔ اس میں کسی بھی طرح کا کوئی شک وشبہ اور تاریخ وثبوت کے لحاظ سے ادنیٰ تامل باقی نہیں رہتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ان کا خانوادہ گرامی اور ان کے تمام قابل ذکر اخلاف و اولاد اسی عقیدہ کو مانتے تھے، اسی طریقہ اور دین کے ان ہی تمام اصولوں اور نظام کو تسلیم فرماتے اور ان کے مطابق عمل رکھتے تھے جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا طریقہ، عقیدہ اور عمل تھا۔ یقیناً حضرت علی اور ان کا گھرانہ اور ان کی بعد کی نسلیں اس سے علیحدہ ہونے کو برا بلکہ ناجائز اور گناہ سمجھتی تھیں۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی محبت ونسبت خانوادۂ علی کرم اللہ وجہہ کے لیے دین صحیح سے وابستگی کی ایک علامت تھی اور وہ ان سے متواتر وابستگی کو حضرت سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کے برابر جانتے تھے، اسی لیے اس تعلق کو سرمایۂ حیات اور مقصد زندگی سمجھتے تھے۔

(جاری ہے)

(بقیہ صفحہ ۳۲) (۲) ”یہ تمام روایتیں اقتباسات اور حوالے، مناظر اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے اپنی معرکہ آرا تصنیف اظہار الحق میں نقل فرمائی ہیں۔ یہ کتاب ڈیڑھ سو سال سے مسلسل چھپ رہی ہے، اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے، مگر ان حوالوں کی صداقت اور استناد کو کوئی بھی چیلنج نہیں کر سکا۔ نیز اس قسم کی متعدد روایتیں، خصوصاً آخر میں درج حضرت حسن عسکری کا قول، محسن الملک سید مہدی علی خاں نے بھی آیات بینات میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: آیات بینات، جلد اوّل، (یونائیٹڈ پریس لکھنؤ: ۱۳۵۱) یہی طباعت راقم کے سامنے ہے۔“

مرتب: سید محمد کفیل بخاری

افادات: امام اہلِ سنّت، جانشین امیر شریعت، حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

میری کہانی

جانشین امیر شریعت امام اہل سنت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ، پاک و ہند کے جیّد عالم دین، محقق اور فقیہ تھے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی نوّر اللہ مرقدہٗ کے بقول:

’’مولانا سید ابوذر بخاری، اس وقت پاک و ہند میں علم اسماء الرجال کے امام ہیں۔‘‘

آپ ۷؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ/ ۱۳؍ دسمبر ۱۹۲۶ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے اور ۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ/ ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ملتان میں انتقال ہوا۔ اپنے عظیم والد ماجد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کے سوانحی حالات، علمی و تحقیقی کارناموں، خطابتی معرکوں اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو احاطۂ تحریر میں لانے کے لیے تفصیلی مضمون کی ضرورت ہے اور یہ اُن کی شخصیت کا ہم پر حق بھی ہے۔ جسے ہم ان شاء اللہ کسی دوسری اشاعت میں پیش کریں گے۔ ذیل میں مختلف دینی اجتماعات میں اُن کے خطبات سے چند اقتباسات ’’میری کہانی‘‘ کے عنوان سے مرتب کر کے پیش کیے جا رہے ہیں۔ (مدیر)

میرے استاد، جن سے میں نے قرآنِ کریم حفظ کیا، حافظ شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ اُن کا نام تھا۔ قصبہ علی آباد ضلع بارہ بنکی (یو پی) کے رہنے والے تھے۔ کبھی اُن کا موڈ ہوتا نصیحت کا تو فرمایا کرتے:

’’بچہ! یاد رکھنا ہمارے ہاں محاورہ معروف ہے، قاضی کے چوہے بھی سیانے۔‘‘

مطلب یہ کہ ماحول پر اثر پڑتا ہے شخصیت کا۔ اگر ایک جگہ کوئی عالم بیٹھا ہے تو علم کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اُس عالم کے ماحول میں کچھ علامات و آثار علم کے ظاہر ہوں۔ علم کے فطری تقاضا کا کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور ہوگا۔

اللہ کا فضل ہے۔ ماں باپ کے خون کا اور ماں کے دودھ کا اثر ہے۔ مجھے اپنی تین سال کی عمر کی سب باتیں زبانی یاد ہیں۔ اب بھی بتا سکتا ہوں کہ کس واقعہ اور تقریب کے وقت موسم کیسا تھا؟ دن کا وقت تھا یا رات کا وقت تھا؟ واقعہ کہاں ہوا؟ آدمی کون تھا؟ یہ بھی یاد ہے کہ میں ابھی باضابطہ پڑھتا نہیں تھا۔ اماں جی کی خدمت میں ہی ہوتا تھا، ماموں نگران تھے اور ابا جی رحمۃ اللہ علیہ حسبِ معمول ریل اور جیل میں ہوتے تھے اور لمبے لمبے وقفہ کے بعد اُن کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ محلّہ کی کم از کم چالیس پچاس لڑکیاں اماں جی کے پاس قرآن مجید پڑھتی تھیں۔ میں چھوٹا سا تھا اور اُن بچیوں کی جماعت میں اماں جی کے پاس بیٹھا رہتا۔ چھوٹا سا مکان تھا کرایہ کا۔ اُس کی اوپر والی منزل میں مشرق سے مغرب یعنی دائیں طرف کچا فرش تھا چند گز کا اور بائیں طرف تھوڑا سا پختہ فرش تھا۔ ایک کوٹھڑی، ایک کمرہ۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ یہی کل کائنات تھی۔ پانچ روپے کرایہ اُس دور میں بڑی چیز سمجھی جاتی تھی۔ تو اماں جی اس شمالی کچے چھوٹے سے صحن کی دیوار سے ٹیک لگا کر لڑکیوں کو بیٹھ کے سبق پڑھایا کرتی تھیں۔ چرخے سے ’’سوت

کاتنے'' یا ''اِزار بند'' بننے کا کام ساتھ ساتھ کیا کرتی تھیں۔ بچیاں پڑھتی تھیں۔ میں بیٹھا ہوا مٹی سے کھیل رہا ہوں، یا گیٹیوں سے کھیل رہا ہوں، تو مجھے اتنا ہوش ہے کہ لڑکیاں اگر قرآن غلط پڑھتیں میں ٹوک دیتا۔ یہ صرف ماں کی طرف سے میری بالکل ابتدائی زبانی تعلیم کے لیے اُن کی معیت اور مُصاحبت اور اُن کے پاس بیٹھنے کا اثر تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بغیر پڑھے ہوئے صرف اماں جی سے سن سن کر **الحمد للّٰہ رب العالمین** سے لے کر دوسرے پارہ کے دوسرے پاؤ کے آغاز میں **لیس البرّ** تک مجھے اس وقت بھی زبانی یاد تھا۔ جہاں کسی بچی نے غلط پڑھا میں ٹوک دیتا۔ اب بھی مجھے یہ واقعہ یاد ہے کہ ایک روز اسی طرح عصر کے وقت اماں جی چرخے کا کام کر رہی تھیں، بچیاں پڑھ رہی تھیں اور میں زبانی پڑھنے کے ساتھ ساتھ کھیل رہا تھا۔ دو بچیاں خاص طور پر ذرا اونچی آواز کے ساتھ اپنا آموختہ پڑھ کر سبق یاد کر رہی تھیں۔ اُن میں سے ایک نے پہلے پارہ کے پاؤ میں آموختہ پڑھنا شروع کیا تو میں نے اس کو ٹوکا۔ اور ساتھ ہی میں نے کہا: ''اماں جی! یہ 'یٰبَنِیْ' کو گڑبڑ کر رہی ہے۔'' یہ پہلی یٰبَنِیْ کے بجائے دوسری یٰبَنِیْ پڑھ رہی ہے۔'' مجھے اب تک یاد ہے۔ یہ قریباً میری تین چار برس کی عمر کی بات ہے۔ اب میں نے کوئی دو سال ہوئے، پھر اماں جی سے پوچھا کہ آپ مجھے یہ بتائیں۔ حفظ تو میں نے باضابطہ ۱۹۳۴ء میں شروع کر لیا تھا اور اس وقت آپ کے پاس میں نے کتنا پڑھا تھا، مجھے تو سوا پارہ یاد ہے، تو فرمانے لگیں: ''تمھیں یاد نہیں تم نے پانچ پارے مجھ سے بیٹھے بیٹھے یاد کر لیے تھے۔'' یہ ماحول کا اثر تھا۔

حجۃ الاسلام علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا، میرا بچپن تھا اور تقریباً سات برس عمر تھی۔ ان کے بارے میں ابا جی کی زبان سے سنا ہوا یہ جملہ اب تک یاد ہے، فرماتے:

''بیٹا تمھیں کیا بتاؤں کہ شاہ صاحب کیا تھے۔ صحابہ کا قافلہ جا رہا تھا، انور شاہ پیچھے رہ گئے۔''

علامہ انور شاہ جیسا عالم ربانی اب کہاں ملے گا؟ اگر پروردگار، علماء دیوبند کو دوبارہ زندہ کرے تو وہ قبروں سے اٹھ کر بتائیں گے کہ ہم سے کیا دولت چھن گئی۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے، صدیوں بعد ایسا آدمی آیا کہ آئندہ صدیوں تک اُس جیسے کی اُمّید نہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمہم اللہ جیسے علماء کا قول یہ تھا کہ:

''پانچ سو سال پہلے ایسا عالم نظر نہیں آتا اور پانچ سو سال بعد تک اس کی اُمید نہیں۔''

مَا مِنْ رِسَالَةٍ وَ لَا كتاب في أيّ فَنٍّ اِلَّا هُوَ فِيْ عِلمهٖ وَ لَهٗ نَظَرٌ عليهِ.

کوئی بات آپ پوچھ لیں، کسی فن کا مسئلہ پوچھ لیں، کتاب کا نام، صفحہ، سطر اور جانب سب کچھ بتا دیتے۔ یعنی سب کچھ انہیں حفظ تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ:

''حضرت انور شاہ صاحب تو ہمارا چلتا پھرتا کتب خانہ تھا۔''

یہ اُن کا ظاہر تھا اور باطن کیا تھا؟ کوئی پوچھنے والا ہو تو حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ سراجیہ کندیاں والے) سے پوچھے۔ مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ سے پوچھے۔

الحمدللہ! ان بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی جنھیں علماء حق صرف سمجھتا نہیں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ واقعی علماء حق تھے۔ اے کاش حضرت انورشاہ کی بھی زیارت نصیب ہو جاتی۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند آنے سے پہلے حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ''مدرسہ امینیہ'' دہلی میں مدرس تھے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو علماء ہند کہا کرتے کہ: ''یہ ابوحنیفۂ وقت ہے'' ساڑھے چار فٹ قد، کالا رنگ، ہمیشہ مسکراتا چہرہ، پھول دار ٹوپی، چھوٹی موہری کا پاجامہ، انگرکھا، کرتا، مونڈھے پر رومال، بول چال میں وقار، تعلیم و تدریس اور افتاء کی مسند پر بیٹھیں تو ابوحنیفہ کی روح اس کو مبارک باد دے۔ علم اور تقوے میں ایسا بے مثال کہ انورشاہ بھی جس کا اعتراف کرے۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (الفاطر:۲۸) ''اللہ سے ڈرتے وہی ہیں، اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔''

مجھے دو تین دفعہ حضرت مفتی صاحب کی زیارت نصیب ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں مجلس احرار کی تحریک کشمیر میں وہ گرفتار ہو کر ملتان سنٹرل جیل میں قید تھے۔ والد ماجد حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد سعید دہلوی، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفکر احرار چودھری افضل حق، مولانا مظہر علی اظہر رحمہم اللہ اور ہندوؤں میں ''پنّا لال پریم'' یہ پورا گروپ حضرت مفتی صاحب کے ساتھ قید تھا۔ حضرت مفتی صاحب علم و حلم، فکر و تدبر، صبر و شکر اور جرأت و شجاعت کا پیکر تھے۔

میرے مرشد، میرے خاندان اور میری جماعت احرار کے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ جب مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے تو حضرت انور شاہ کشمیری پر جوانی کا عالم تھا۔ حضرت رائے پوری فرمایا کرتے کہ:

''میں تو سمجھتا تھا کہ حضرت شاہ صاحب خالی مولوی ہیں۔ لیکن جب اُن کے حجرہ میں گیا تو حضرت شاہ صاحب چشتی سلسلہ کا ذکرِ دوضربی کر رہے تھے۔ ''اللہُ اللہ، اللہُ اللہ'' تو معلوم ہوا کہ یہ تو صوفی بھی ہیں۔''

میرے استاذ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ:

''میں نے بھی اُس دور میں حضرت انور شاہ کی زیارت کی ہے جب وہ مدرسہ امینیہ میں پڑھاتے تھے۔
شاہ صاحب تو شاہ صاحب تھے اُن کیا بات ہے۔''

(جامعہ قادریہ رحیم یار خان میں علماء و طلباء سے خطاب، ۳۰ رمحرم ۱۴۱۱ھ، ۲۳ راگست ۱۹۹۰ء)

جامعہ خیر المدارس میری مادرِ علمی ہے جس کی گود میں سات برس تک میں نے علم حاصل کیا۔ دو سال مدرسہ نعمانیہ امرتسر اور سات سال مدرسہ خیر المدارس جالندھر اور ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء میں والد ماجد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مجھے لے کر خیر المدارس جالندھر پہنچے اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ (خلیفۂ مجاز حضرت حکیم الاُمّت اشرف علی تھانویؒ) کی خدمت میں تعلیم و تربیت کے لیے مجھے پیش کر دیا۔ تب حضرت الاستاذ نے فرمایا:

''شاہ جی! آپ کا یہ بیٹا ہمارے پاس ہی آنا تھا۔ یہ کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ میں اور میری اہلیہ ایک عرصے سے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ: ''یا اللہ! شاہ جی کا یہ بیٹا ہمیں دے دے۔ ہم اس کو دین پڑھائیں گے۔''

الحمدللہ کم و بیش ستائیں برس حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ زندگی کا بہترین اور بہت بڑا حصہ اس عدیم النظیر محسن و مربی کی معیت میں گزرا۔ ابا جی کی شدید خواہش اور حضرت الاستاذ کے حکم پر دو سال خیرالمدارس ملتان میں پڑھایا بھی۔ اُن کی نگرانی اور دعاؤں کے سائے میں تدریس کی یہ بھاری ذمہ داری ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پانچ سال اپنے قائم کردہ مدرسہ احرارالاسلام ملتان میں موقوف علیہ، جلالین و مشکوٰۃ تک کتب پڑھائیں۔ لیکن سمجھا یہی کہ ساری عمر سیکھنا ہی سیکھنا ہے، سکھانا کچھ نہیں۔

بعض اوقات حضرت الاستاذ درس گاہ کے دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر میرا درس بھی سنتے، مجھے معلوم ہوتا تو استاد کا خوف طاری ہو جاتا کہ تدریس کی کسی غلطی پر ڈانٹ نہ پڑ جائے لیکن یہ اُن کا فیضانِ نظر تھا کہ تعلیم کے بعد تدریس کے امتحان میں بھی سرخرو ہوا۔ حضرت نے دعائیں دیں اور تحسین فرمائی۔

حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری نوراللہ مرقدہٗ میرے شفیق استاد اور محسن و مربی تھے۔ استاد موجود ہو تو اپنا علم اس کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ غلطی کی اصلاح ہو سکے۔ حضرت الاستاذ کی زندگی میں جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی تو میں نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا اشکال پیش کیا اور اُن سے خوب استفادہ کیا۔ کوئی اُن کو میرے بارے میں غلط باتیں منسوب کر کے پہنچاتا تو وہ خود مجھے طلب فرما لیتے اور میری وضاحت پر جھوٹ کا پول کھل جاتا۔ جھوٹے مخبر شرمندہ ہوتے اور انھیں دوبارہ ایسی حرکت کی جرأت نہ ہوتی۔ الحمدللہ! حضرت الاستاذ کے سامنے اپنے کسی قول و فعل پر کبھی شرمندگی نہیں ہوئی۔ خیرمحمد سے ہمیشہ دعاءِ خیر ملی۔ (خطاب جمعہ مسجد معاویہ ملتان، ۱۹۸۲ء)

خیرالمدارس کے سہ روزہ سالانہ جلسے میں ابا جی کی طرح مجھے بھی آخری رات اور آخری نشست سے خطاب کا حکم فرماتے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی (رحمہم اللہ) جیسے جید علماء و مفسرین اور خود حضرت الاستاذ کی موجودگی میں مجھے اُن کے حکم کی تعمیل میں تقریر کے امتحان سے بھی گزرنا پڑا۔ یہ اُن کی شفقت و بندہ پروری تھی کہ مجھ ایسے اپنے ایک شاگرد کو ''فصیح البیان'' کے خطاب سے نوازا۔

ایک مرتبہ خیرالمدارس کے جلسہ منعقدہ عام خاص باغ ملتان میں ابا جی اور حضرت الاستاذ کی موجودگی میں تقریر کے مشکل ترین امتحان سے بھی گزرنا پڑا۔ ایک طرف خطیب الاُمّت اور دوسری طرف فقیہ وقت، لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دونوں کی روحانی توجہات مجھ پر مرکوز ہیں۔ الحمدللہ باپ اور استاد دونوں کی دعاؤں کی برکت سے اس امتحان میں بھی کامیابی کے ساتھ سرخرو ہوا۔

''خیرالمدارس'' حقیقتاً میرا اپنا مدرسہ ہے۔ یہاں میں کبھی بھی تقریر کی نیت سے حاضر نہیں ہوا۔ میرے لیے ابا جی کی نسبت امتحان بن گئی ہے۔ یہاں آ کر خطابت کے انداز میں گفتگو کرنے میں مجھے شرم دامن گیر ہوتی ہے۔ میرے لیے اتنی ہی سعادت بہت ہے کہ میں اپنے استاد کی اولاد کا منہ دیکھ لوں، مدرسہ کو دیکھ لوں اور یہ آباد نظر آئے۔ یہاں سے جو قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہوتی ہیں وہ میری زندگی میں بھی بلند ہوتی رہیں اور بعد میں بھی۔ اس سے زیادہ میری کوئی تمنا نہیں ہے۔ (خطاب: ''سالانہ جلسہ خیرالمدارس ملتان، ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ / ۵/ اپریل ۱۹۸۱ء)

پروفیسر خالد شبیر احمد قسط:۴۰

ورق ورق زندگی

گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں پہلا دن:

جب میں کالج کے ہیڈ کلرک کے دفتر میں Joining Report دے رہا تھا تو ایک صاحب دفتر میں داخل ہوئے اور انہوں نے بھی کالج میں Join کیا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں گورنمنٹ کالج سرگودھا سے یہاں پر تبدیل ہوا ہوں۔ جواب میں اُن سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں تو کہنے لگے کہ میں تو گورنمنٹ کالج جڑانوالہ سے آیا ہوں۔ نام پوچھا تو کہنے لگے کہ میرا نام ریاض مجید ہے۔ انہوں نے میرا نام پوچھا۔ میں نے اپنا بتایا تو کہنے لگے کہ آپ تو پھر اس کالج میں ''میرے ہم ورود ہیں''۔ پرنسپل صاحب کی خدمت میں ہم دونوں حاضر ہوئے۔ اس وقت کالج کے پرنسپل چوہدری منیر احمد تھے۔ جب میں اس کالج میں زیرِ تعلیم تھا تو پرنسپل صاحب اس وقت معاشیات پڑھاتے تھے اور مجھے اچھی طرح سے جانتے تھے کہ میں کالج میں ہاکی کا کھلاڑی تھا اور اس کے علاوہ میں کالج یونین کا سیکرٹری بھی رہا۔ اس لیے تقریباً تمام کالج سٹاف مجھے اچھی طرح سے جانتا تھا۔ پرنسپل صاحب نے میرے کالج میں بطور لیکچرر تعینات ہونے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ ہم دونوں پرنسپل صاحب سے مل کر باہر نکلے تو ریاض مجید صاحب مجھے کالج ''ٹی کلب'' میں لے آئے اور وہاں بیٹھے ہوئے پروفیسروں صاحبان سے ملاقات ہوئی۔ ریاض مجید صاحب چونکہ پہلے اس کالج میں پڑھا چکے تھے۔ دوبارہ یہاں آئے تھے اس لیے یہاں تقریباً تمام پروفیسروں سے واقف تھے۔ پہلے دن جن پروفیسروں سے ملاقت ہوئی ان میں انگریزی کے پروفیسر مبشر صاحب مرحوم، اردو کے حق نواز مرحوم، سیاسیات کے شیخ توقیر صاحب اور اردو کے پروفیسر عصمت اللہ خان قابل ذکر ہیں۔ مجھے اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ جہاں میں بچپن میں کھیلنے کے لیے آتا اور جہاں سے میں نے ''گریجویشن'' کی، اُسی کالج میں مجھے پڑھانے کا بھی موقع ملا ہے۔ یہ میری خواہش بھی تھی اور اللہ نے میری خواہش بغیر تگ ودو کے پوری کر دی۔

ریاض مجید صاحب تو مجھے ایسے لگے کہ جیسے برسوں سے میرے واقف ہوں، شروع میں ایسے بے تکلف ہوئے کہ میں اُن سے گھل مل گیا۔ اس لیے بھی کہ وہ مجھے میرے ہم مزاج لگے۔ جب کالج سے چھٹی ہوئی تو ریاض مجید صاحب مجھے کہنے لگے کہ اب آپ کہاں جائیں گے۔ میں نے کہا کہ ابھی تو مجھے مکان نہیں ملا۔ اور میرے گھر والے چنیوٹ میں ہی مقیم ہیں، اس لیے واپس چنیوٹ ہی جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ آؤ میرے ساتھ کچھ دیر تک رہو اور پھر چنیوٹ چلے جانا۔ میں انکار نہ کرسکا۔ ریاض مجید صاحب مجھے لے کر کچہری بازار مسجد کے ساتھ دکان پر لے آئے۔ رس گلے اور سموسے منگوا کر کھلائے، چائے پلائی اور اس کے بعد کہنے لگے کہ ذرا محفل ہوٹل میں مل کر بیٹھتے ہیں پھر چنیوٹ چلے جانا۔ میں انکار نہ کر سکا کہ ان کے خلوص ومحبت نے مجھے پہلی ہی ملاقات میں بہت متاثر کرلیا تھا۔ چنانچہ ہم دونوں محفل ہوٹل آ کر بیٹھ گئے۔ محفل ہوٹل کے بارے میں، مَیں پہلے ہی یہ

جانتا تھا کہ میرے دوست اقبال فیروز کا ہوٹل ہے جو کالج میں میرے ساتھی تھے۔اور اس سے بھی پہلے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ چائے کی پیالی پر ریاض مجید صاحب مجھے کہنے لگے کہ شام کے بعد یہاں پر کچھ دوست آ کر بیٹھتے ہیں اگر فرصت ملے تو یہاں آیا کرو، تمھیں اچھی رفاقت میسر آئے گی۔ میں نے جواباً کہا کہ میں خود یہی چاہتا ہوں۔ آپ نے تو میرا ایک اہم مسئلہ حل کر دیا۔ ریاض مجید صاحب مجھے کہنے لگے کہ میں نے تمہارے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ درست نکلی، میں نے چند منٹوں کی گفتگو میں یہ جان لیا تھا کہ تم ایک مجلسی آدمی ہو۔اسی لیے تو میں آپ کو لے کر یہاں آیا۔ تم آیا کرو، دن اچھے گزر جائیں گے۔ یہ میری ریاض مجید سے پہلی ملاقات تھی جو پہلے میرے دوست بنے پھر مجھے عمرہ پر اپنے ساتھ لے گئے تو میرے محسن ہوئے۔اور جب میں نے شاعری شروع کی تو شاعری میں نے اُن کو اپنا استاد بنالیا اور ان سے اصلاح لیتا رہا۔ یہ تعلق روز بہ روز بڑھتا ہی گیا۔ بعد میں انھوں نے ''اردو میں نعت گوئی'' میں، پی۔ ایچ۔ ڈی کر لی تو پھر ریاض مجید سے ڈاکٹر ریاض مجید ہو گئے۔اُن سے جو پر پہلے دن دوستی کا رشتہ قائم ہوا وہ اب تک قائم ہے۔بس یوں سمجھئے کہ

اک شخص میرے دل میں اُترتا چلا گیا　　　خوشبو کی طرح روح میں گھلتا چلا گیا
ہر سمت اُس کے ساتھ میں چلتا چلا گیا　　　رستہ ملا نہ کوئی بھی اس سے فرار کا

مکان کا مسئلہ اور امیر شریعتؒ کی کرامت:

فیصل آباد میں تقریباً آٹھ ماہ کی کوشش اور تگ و دو کے بعد بھی مجھے کہیں مکان نہ ملا۔ روزانہ چنیوٹ سے لائل پور اور لائل پور سے پھر چنیوٹ آنا پڑتا۔ میرے لیے یہ ایک بہت بڑی مشکل تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا کہ میں چنیوٹ میں ہوں اور نہ لائل پور (فیصل آباد) میں۔اس سلسلے میں ایک روز میں محلّہ مدن پورہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں سے ملنے گیا۔ دوپہر کے کھانے پر محبوب اور مقبول، میرے پھوپھی زاد بیٹھے ہوئے میرے ساتھ محو گفتگو تھے۔ میں نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ مکان نہیں مل رہا میری مدد کیجیے۔ آپ تو یہاں پر کافی عرصے سے ہیں اور میری مدد کر سکتے ہیں۔ جواب میں وہ مسکرائے اور کہنے لگے بھائی جان مکان آپ کو نہیں مل سکتا۔ میں نے کہا کہ اس کی وجہ؟ کہنے لگے کہ آپ نے ہماری بات ماننی نہیں ہے ورنہ مکان تو آپ کو مل سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی میں آپ کی بات کیوں نہیں مانوں گا۔ میں تو انتہائی مشکل میں ہوں۔ کہنے لگے کہ ایک ہی طریقہ ہے۔ یہ مکان جس میں ہم رہ رہے ہیں یہ آپ کو مل سکتا ہے۔ کہ چند روز میں ہم نے یہاں سے تھوڑی دور گلشن کالونی میں جہاں ہم نے کوٹھی بنالی ہے چلے جانا ہے۔ ہم مکان خالی کر کے چابیاں آپ کو دے دیں گے آپ رات کی تاریکی میں اپنا سامان لے کر آ جایئے گا اور رہنا شروع کر دیجیے۔ یہاں مکان کے نیچے ایک دکان دار ہے اس سے بات کر کے اجازت لے لیں گے۔اگر شروع میں بات کی تو شاید وہ انکار کر دے۔ یہ مالک مکان کی طرف سے یہاں اس مکان کے سلسلے میں مختار ہے کہ جس کو چاہے مکان دے، کرایہ بھی ہم سے یہی وصول کرتا ہے۔

میں نے کہا کہ رات کی تاریکی میں مکان پر قبضہ کرنا تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے تو اسی وجہ سے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ کو مکان نہیں مل سکتا، مکان حاصل کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے جو آپ کے مزاج

کے خلاف ہے۔ آپ آجائیں جو کچھ بعد میں ہوگا اس کا ہم مقابلہ کرلیں گے۔ میں اس قدر مجبور اور پریشان تھا کہ رات کو مکان میں آنے پر رضا مند ہوگیا۔ رات ایک بجے سامان لاکر رکھ دیا اور مکان میں رہائش اختیار کرلی، لیکن ایک انجانا خوف دن رات میرے سر پر سوار تھا کہ یہ طریقہ تو ٹھیک نہیں۔ اگر اس دکاندار نے اعتراض کردیا کہ چوروں کی طرح رات کی تاریکی میں مکان پر قبضہ کرکے کرائے دار بننے کا کونسا صحیح طریقہ ہے تو میرے پاس کیا جواب ہوگا۔ تاہم رہنا شروع کردیا۔ مکان کے عقب میں ایک مسجد تھی۔ سڑک پہ دکانیں تھیں، ان دکانوں میں ہی وہ دکان دار تھا جس سے میں ڈر رہا تھا۔ اس کے سامنے سے گزر کر مسجد میں نماز کے لیے جاتا تھا۔ مسجد میں وہ بھی نماز پڑھتا۔ وہ مجھے دیکھتا اور میں اپنی نظریں نیچی کر لیتا۔ ایک روز وہی ہوا کہ جس کا مجھے ڈر تھا۔ میں نماز پڑھنے کے لیے اس کی دکان کے سامنے سے گزر رہا تھا تو اس نے مجھے بلالیا، کہنے لگا، کہ آپ کس مکان میں رہتے ہیں؟ میں نے بتایا۔ کہنے لگا کہ آپ کیسے اس مکان میں آ گئے؟ میں نے کہا کہ مکان میرے بھائیوں کا تھا انھوں نے کوٹھی بنالی ہے اور مکان مجھے دے گئے۔ کہنے لگا یہ کونسا طریقہ ہے کہ آپ چپ چاپ، بن پوچھے مکان میں آ گھسے۔ آپ کو مکان خالی کرنا ہوگا۔ آپ کیسے شریف آدمی ہیں، چابی انھیں مجھے دینی چاہیے تھی اور اس کے بعد معاملہ طے ہونا تھا کہ مکان میں آپ کو دوں یا نہ دوں۔ بہر حال مکان خالی کردو۔

یہ ایک طرح کی وارننگ تھی جو مجھے ہر دوسرے، تیسرے دن اس دکان دار کی طرف سے ملتی۔ ایک دن میں نے اُسے گھر آکر اپنے ساتھ چائے پینے کی دعوت دی۔ دل میں تھا کہ گھر میں اس کی منت کرلوں گا اس کے پاؤں پڑ جاؤں گا، رحم کی اپیل کروں گا تو شاید مسئلہ حل ہو جائے لیکن وہ تو اس پر بھی آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن جب اس نے پھر مجھ سے مکان خالی کرنے کا تقاضا کیا تو میں بھی جلال میں آگیا میں نے کہا:

''آپ مجھے تو کہتے ہیں کہ میں کیسا شریف آدمی ہوں کہ چوروں کی طرح گھر میں آ گھسا ہوں لیکن آپ بھی تو کچھ خیال کریں۔ میں آپ کو گھر پہ چائے کی دعوت دیتا ہوں اور آپ اسے مسترد کردیتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ کسی مسلمان کی دعوت کو شرعی طور پر مسترد کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ بھاڑ میں گیا آپ کا مکان، آپ پانچ وقت کے نمازی ہیں اور میری دعوت مسترد کرتے ہیں۔ آپ کو احساس تک نہیں ہے کہ اس سے میرا دل مجروح ہوتا ہے میں نے کونسا ایسا قتل کردیا ہے کہ آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور ایک ہی بات کہے جا رہے ہیں مکان خالی کردو۔ بہر حال اس کے علاوہ اور بھی جو کچھ میں کہہ سکتا تھا کہہ دیا۔''

میری تقریر کا اس پر اثر ہوا اور وہ اس بات پر راضی ہوگیا کہ میرے گھر آئے اور میرے ساتھ بیٹھ کر چائے پیے۔ جب وہ میرے اس کمرے کے دروازے پر آیا جو میں بطور بیٹھک استعمال کر رہا تھا اور اس کمرے میں میں نے امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر دیوار کے ساتھ لگائی ہوئی تھی کمرے کے دروازے پر ہی اس کی نگاہ شاہ جی کی تصویر پر پڑی تو دروازے پر ہی رک گیا اور بڑے تعجب کے ساتھ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا کہ ''یہ تو شاہ جی کی تصویر ہے۔''

میں نے کہا کہ ہاں یہ شاہ جی کی ہی تصویر ہے۔ وہ کہنے لگا شاہ جی کا آپ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

میں نے کہا کہ وہ میرے ''پیرومرشد ہیں، میں اُن کا عقیدت ہوں''

اس نے دروازے پر ہی کھڑے ہو کر کہا کہ شاہ جی تو میرے بھی پیر و مرشد ہیں۔ اُٹھ کر پہلے میرے گلے ملو، پھر میں کمرے میں داخل ہوں گا۔ چنانچہ میں اس پر خوشی سے جھوم اٹھا اور اس سے بغل گیر ہو گیا۔ جس کے بعد اس نے چائے کی پیالی پر مجھ سے شاہ جی کی باتیں کیں اور کہا کہ ''جب تک چاہو مکان میں رہو، تمھیں کوئی کچھ نہیں کہے گا، مالک مکان سے میں خود بات کر لوں گا۔ اور پھر میں اس مکان میں تقریباً اٹھارہ برس تک رہا۔ ریٹائرمنٹ سے چند سال پہلے میں نے اپنی مرضی سے وہ مکان چھوڑا اور پھر گلستان کالونی اکبر چوک میں اپنی بہن کے مکان میں رہائش اختیار کر لی۔

لوگ مجھ سے شاہ جی کی کرامتیں پوچھتے ہیں، میں جواب میں کہتا ہوں کہ ان کا اپنا وجود خود بہت بڑی کرامت تھی۔

میں نے دیکھا نہ کوئی شخص کہیں اُس جیسا جس کا گہرا ہے تعلق میرے اشعار کے ساتھ
دل میں اک چہرا سجا رکھا ہے میں نے ایسے جیسے تصویر لگادے کوئی دیوار کے ساتھ

فیصل آباد میں سیلاب اور احرار ریلیف کیمپ ۱۹۷۳ء:

مکان کا مسئلہ حل ہوا تو فیصل آباد میں سیلاب آ گیا۔ میں حیران تھا کہ چنیوٹ میں تو سیلاب آتے ہیں کہ وہ دریا کے کنارے پر ہے۔ فیصل آباد میں سیلاب میرے لیے حیرانی کا باعث تھا لیکن سیلاب تھا کہ تھمتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ چند دنوں میں ہی سیلاب نے شہر کے شمال مغربی علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ نقل مکانی کر کے محفوظ جگہوں پر منتقل ہونے پر مجبور ہوئے۔ میرا مکان بھی سیلاب کی زد پہ تھا۔ چنانچہ میں نے بھی ضروری سامان کے ساتھ بچوں کو ایک محفوظ جگہ پر منتقل کیا۔ اور سیلاب زندگان کی مدد کے لیے احرار ریلیف کیمپ گھنٹہ گھر میں بطور رضا کار کام شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ کوئی ایک ماہ تک چلتا رہا جس کے بعد حالات معمول پر آئے تو دوبارہ اُسی مکان میں منتقل ہوا۔ جس کے بعد فیصل آباد میں معمول کے مطابق زندگی گزرنی شروع ہوئی۔

زندگی کا زیادہ حصہ میرا فیصل آباد میں ہی گزرا۔ بچپن فیصل آباد میں پھر چنیوٹ اور دہلی کے بعد دوبارہ فیصل آباد میں آ گئے۔ یہاں پر تعلیم حاصل کی اور بی۔ اے کے بعد فیصل آباد چھوڑ کر لاہور آ گیا تھا۔ جس کے بعد نوکری کے سلسلے میں ایک لمبے عرصے کے بعد دوبارہ فیصل آباد میں رہائش پذیر ہوا تو احساس ہوا کہ یہاں کے لوگ بڑے ہی سخت مزاج ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے تو یقیناً پاکستان کا تیسرا شہر ہے۔ لیکن اس میں شہروں والی کوئی بات نہیں کہ شہر تو روایات، تہذیب و تمدن سے بنتا ہے۔ ایک بھیڑ ہے جو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے یہاں آ ٹھی ہوگئی ہے۔ نہ جس میں نظم و ضبط، نہ ہمدردی، نہ تعاون، نہ عزت کا احساس شاید اس لیے بھی ایسا ہے کہ یہ ایک نیا شہر ہے اور ابھی اس نہج تک نہیں پہنچ پایا جس پر پہنچ کر اُسے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ابھی یہاں نہیں۔ اس لیے یہاں زندگی بسر کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اپنے حلقۂ احباب میں ہی زیادہ سے زیادہ رہا جائے، شہر کے دوسرے لوگوں سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

یہ شہرِ شب ہے یہاں زندگی گزارنے کو
تمام عمر چراغوں کی طرح جلنا ہے

محفل ہوٹل میں محفل آرائیاں:

جب حالات سدھرے تو میں نے ریاض مجید صاحب کی تجویز کے مطابق مغرب کے بعد محفل ہوٹل میں باقاعدہ جانا شروع کر دیا۔ رات گئے تک ہم یہاں مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے اور گفتگو کے دوران یوں ایک دوسرے میں گم ہو جاتے کہ جیسے معاشرے سے ہمارا کوئی تعلق ہی نہیں اور تعلق نہ ہونے کی وجہ سے ہر پریشانی، غم یا فکر نام کی کوئی بات ہم سے کوسوں دور ہے۔ یہاں پر جن لوگوں سے دوستی کا رشتہ قائم ہوا وہ ہر لحاظ سے میرے ہم مزاج اور میرے لیے زندگی کا انمول اثاثہ بن گئے۔ ان میں کچھ شعراء حضرات تھے۔ جن میں خاص طور پر ریاض مجید، انور محمود خالد، ریاض پرواز قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ وکلاء حضرات بھی اس محفل کو رونق بخشتے۔ جن میں سب سے اہم نام چودھری صفدر علی ایڈووکیٹ مرحوم، چودھری محمد امین، چودھری رفیق حسین اور جماعت اسلامی سے متعلقہ بعض حضرات یہاں پر باقاعدگی کے ساتھ آتے تھے۔ جن میں مولانا عبدالرشید صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جو بعد میں کسی حادثے کا شکار ہوئے۔ قاری محمد اکبر بھی کبھی جماعت اسلامی سے وابستہ تھے لیکن بعد میں انھوں نے اپنی ذاتی وجوہات کی وجہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ بعد میں ڈاکٹر زاہد چیمہ بھی اس محفل میں آنے لگے۔ جس سے دوستوں کی اس انجمن میں ایک خوبصورت اضافہ ہوا۔ کچھ لوگ پیپلز پارٹی کے بھی آتے جن میں چودھری محمد حسین ایڈووکیٹ۔ ان کے علاوہ جھنگ بازار کے رانا مختار جو ہمارے کالج میں ہمارے ساتھ تھے وہ بھی بڑی باقاعدگی سے یہاں تشریف لاتے۔ کبھی کبھی اقبال فیروز بھی آتے اور اپنی خوش کلامی سے محظوظ فرماتے۔ میاں ہدایت اللہ مرحوم اپنی وضع کی منفرد شخصیت تھی جو ان محفلوں میں ہمیشہ حاضر باش رہتے۔ ایک نام حبیب درانی صاحب کا بھی ہے جو کئی لحاظ سے ایک اچھوتی اور انوکھی شخصیت تھی۔ ان سب میں سے کچھ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور کچھ اب بھی اللہ کے فضل سے زندہ ہیں۔ مگر وہ محفل ہوٹل سے تھری سٹار ہوٹل میں آئے اور آج کل پریس کلب میں بیٹھتے ہیں۔ اور ان محفلوں کی روایت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں جن میں، راقم نے اپنی زندگی کا ایک لمبا اور اہم حصہ صرف کیا۔ میں اگرچہ اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۹۷ء میں اپنے وطن چنیوٹ آ گیا لیکن کبھی کبھی انہیں وہاں ملنے جاتا ہوں اور اس طرح پرانی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ زندگی کے اس مرحلہ میں جب اُن محفلوں کو یاد کرتا ہوں تو کہہ اٹھتا ہوں:

دھڑکن بنی ہوئی ہے دلِ بے قرار کی
وابستہ جتنی یادیں ہیں اُن محفلوں کے ساتھ

شورش کاشمیری کی ایک اہم تقریر (دسمبر ۱۹۷۳ء):

ایک دن ہم حسبِ معمول محفل ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دن اقبال فیروز بھی ہوٹل میں موجود تھے تو میں نے اُن سے کہا کہ آج رات بعد نماز عشاء چنیوٹ میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس ہے جو ہر سال دسمبر کے آخری دنوں میں ہوتی ہے اس میں نواب زادہ نصر اللہ خان اور آغا شورش کاشمیری خطاب فرمائیں گے۔ اقبال فیروز کے آغا صاحب سے گہرے تعلقات تھے۔ وہ ہفت روزہ چٹان سے بھی کچھ عرصہ وابستہ رہے اور آغا صاحب کی خطابت اور تحریک حریت میں اُن

کی قربانیوں کا اکثر ذکر کرتے۔ میری اس اطلاع کہ آج شورش صاحب کی چنیوٹ میں تقریر ہے، کہنے لگے کہ کیوں نہ چنیوٹ جا کر اُن کی تقریر سنی جائے۔ میرے دوسرے دوست ملک اکرام محی الدین جو ہر روز محفل ہوٹل آتے اور اپنی مخصوص گفتگو سے پوری محفل کو کشتِ زعفران بناتے۔ انھوں نے بھی تائید کی۔ کیونکہ انھیں نواب زادہ نصر اللہ صاحب سے خاص اُنس تھا اور ان کی فیصل آباد میں کئی تقریروں میں بطور نقیب اُن پر اپنی محبت اور عقیدت کے پھول نچھاور کرتے تھے۔ پروگرام بن گیا۔ اقبال فیروز نے اپنی کار نکالی اور ہم تینوں (اقبال فیروز، ملک اکرام محی الدین اور راقم خالد شبیر احمد) چنیوٹ روانہ ہو گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو کانفرنس اپنے پورے عروج پر تھی۔ لوگ بڑی تعداد میں علماء حضرات کی تقریروں کو سننے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ہر مقرر کا عنوان ردِ قادیانیت تھا۔ سب سے آخر میں نواب زادہ صاحب اور اس کے بعد آغا شورش کاشمیری کی تقریر تھی۔ تقریر کیا تھی جیسے کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔ قادیانی سازشوں، قادیانیوں کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات، قادیانیوں کے پاکستان کو قادیانی ریاست بنانے کے عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے آغا صاحب نے ایک وہ فقرہ بھی کہا جس کے لیے میں نے اس کانفرنس میں شرکت کو اپنی تحریر کا حصہ بنایا ہے۔ وہ تاریخی فقرہ درج ذیل ہے۔

''قادیانیو! سن لو، تم ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف سازشیں کر رہے ہو، میں تمھاری ان تمام سازشوں سے بخوبی واقف ہوں۔ میں تمھیں علی الاعلان بتا رہا ہوں کہ جہاں بھٹو کا پسینہ گرے گا وہاں شورش کا خون گرے گا۔ اور میرا نام بھی شورش کاشمیری نہیں کہ میں اسی ذوالفقار علی بھٹو سے تمھیں غیر مسلم قرار نہ دلوا دوں۔''

یہ دسمبر ۱۹۷۳ء کی تقریر ہے اور پھر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانی آئینی اور قانونی طور پر قومی اسمبلی کے فلور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔ شاید وہ تقریر ایک دعا بن گئی ہو یا پھر وہ وقت خصوصی طور پر قبولیت کا وقت تھا۔ شورش کی قربانیوں کا صلہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی قبولیت کی صورت میں پوری قوم کو دیا۔ وہ خواب نہ جانے کب سے ہم سب دیکھ رہے تھے اس کی تعبیر جو بظاہر ناممکن نظر آتی تھی ہمارے سامنے ممکن ہوئی کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

نہ جانے کب سے یہ کہہ رہے تھے:

اے حرفِ شوق معرضِ تقریر میں تو آ — اے خواب دیدہ، خواب کی تعبیر میں تو آ
گن گاؤں گا میں تیرے حسن و جمال کے — میری نگاہِ ذوق کی تصویر میں تو آ

آج وہ حرف شوق ہماری تقریروں میں ہے اور وہ خواب نہ جانے کب سے دیکھ رہے تھے اس کی تعبیر بھی ہمارے سامنے ہے۔ وہ دعا قبول ہوئی۔ جس کے لیے ہم کہا کرتے تھے:

کب تک رہے گی گود میں الفاظ کے نہاں
دل کی دعا تو صورتِ تاثیر میں تو آ

(جاری ہے)

حُسنِ اِنتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: صبیح ہمدانی

● **نام کتاب:** سیکڑوں دلائل　　**ترتیب:** الشیخ محمد بکیر الامین مصری　　**ترجمہ:** خانم حمیرا یاسمین صاحبہ

ضخامت: ۱۱۲ صفحات　　**قیمت:** درج نہیں　　**ناشر:** مرکز تحقیق اسلامی جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ، کامونکی ضلع گوجرانوالہ

دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ جبکہ عیسائیت کی موجودہ تحریف شدہ شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف اس انداز میں کراتی ہے جیسے معاذ اللہ وہ اللہ کے بیٹے اور الوہیت کے منصب میں اُس کے شریک ہوں۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی غلط عقیدے کے تار و پود کو اُدھیڑا گیا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں عیسائی مصادر کے بنیادی حوالوں سے بھی استدلال اور استشہاد کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دراصل عربی زبان میں مصر کے ماہر قانون جناب محمد بکیر الامین نے ترتیب دی ہے۔ اردو میں اس کو ترجمہ کرنے کی ذمہ داری خانم محترمہ حمیرا یاسمین صاحبہ نے ادا کی ہے۔ کتاب سات ابواب پر مبنی ہے جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے اللہ کے بندے اور پیغمبر ہونے پر مختلف حوالوں سے دلائل یکجا کیے گئے ہیں۔ ابواب کی ترتیب کچھ یوں ہے: ''انجیلوں سے دلائل، عقلی دلائل، تاریخی دلائل، مسیحی علمائے قدیم و جدید کے دلائل، کلیسیا کی مجالس کے فیصلوں سے دلائل، بت پرست ادیان سے دلائل'' اور آخری باب ''قرآنِ کریم سے ماخوذ دلائل'' پر مشتمل ہے۔

کتاب کا ناشر ادارہ ''مرکز تحقیقِ اسلامی، جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ کامونکی'' ہمارے محترم مہربان جناب مولانا عبد الرؤف فاروقی زیدَ مجدہ کی زیرِ نگرانی کام کرنے والا متحرک ادارہ ہے۔ جس کے پیشِ نظر خاص طور پر عیسائیت کی گمراہیوں کا تعاقب ہے۔ اللہ تعالیٰ دین متین کی نصرت میں اس ادارے کی خدمات کو قبول فرمائیں۔

● **نام کتاب:** خانقاہی نظام کا تعارف　　**تالیف:** پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی　　**ضخامت:** ۸۰ صفحات

قیمت: ۳۰ روپے　　**رابطہ:** ادارہ اشاعت الخیر، بوہڑ گیٹ۔ ملتان فون: 0321-6355334

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی منصبی ذمّہ داریوں میں سے ایک ''تزکیہ'' بھی ارشاد فرمائی ہے۔ تزکیہ یعنی قلب و باطن کی طہارت وصفائی کے لیے اُمّت میں مروّج طریقۂ کار، صالحین واہل اللہ کی صحبت ہے۔ انبیا کی وراثت کے جلیل القدر منصب پر فائز اُمّت کسی بھی زمانے میں اس مبارک عمل سے غافل نہیں رہی۔

ہر دور میں اہلِ عزیمت کی معتد بہ جماعتیں اور افراد نیابتِ نبوی میں تزکیہ کے اس فریضے کو سرانجام دیتے آئے ہیں۔ تاریخِ اسلامی میں تزکیہ کے لیے باقاعدہ ایک ادارے کی شکل بھی قرونِ اولیٰ سے موجود رہی ہے جب اہل اللہ کی مسند ہائے ارشاد طالبانِ الٰہی کے لیے استفادے کا مرکز ہوا کرتی تھیں۔ جہاں اپنے اپنے زمانوں کے یہ ائمہ، مسترشدین کی رہنمائی فرماتے تھے۔ بعد کے زمانوں میں ان مراکز کو کہیں زاویہ کا نام دیا گیا، کہیں دائرہ اور کہیں خانقاہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

زیرِ نظر کتابچہ اسی بابرکت خانقاہی نظام کے تعارف اور معنویت کے ادراک کے لیے کی گئی ایک تقریر ہے جو ممتاز عالم جناب مولانا خواجہ ابوالکلام صدیقی نے ۲۶ جون ۲۰۱۰ء کو جامع مسجد سرّ اجاں، حسین آگاہی بازار، ملتان میں ارشاد فرمائی۔ اس موقع پر خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین جناب مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہ بھی تشریف فرما تھے۔ بعد میں جناب قاری عبدالرحمٰن رحیمی نے اہتماماً اس تقریر کو قلمبند کرا کے شائع کرایا۔

کتابچے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے خانقاہی نظام کی اصالت و شرعی حیثیت، تاریخ و اکابر، مشہور سلاسل، خصوصاً سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ، اوراد و اشغال اور امتیازی خصوصیات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ خانقاہی نظام اور تصوّف کے بارے میں اُٹھنے والے سوالات اور شبہات کو بھی حل کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر نافع بنائیں۔

● **نام کتاب:** صہیونیّت، قرآن مجید کے آئینے میں　　**تالیف:** انجینئر مختار حسین فاروقی　　**ضخامت:** ۳۰۰ صفحات

قیمت: ۴۲۵ روپے　　**ناشر:** مکتبہ قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ۔ جھنگ فون: 63-047-7630861

انسان کی تاریخ کی کہانی میں جہاں سے انسان کا تذکرہ شروع ہوتا ہے خیر و شر کی باہمی کشمکش بھی اتنی ہی پرانی ہے۔ خیر اور شر، دونوں کے مظاہر ضرور تبدیل ہوئے ہیں لیکن اساسی حیثیتیں ہمیشہ برقرار رہی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں فاضل مصنف نے ''صہیونیت'' کی بدنامِ زمانہ تحریک کو قرآنِ مجید کے آئینے میں پہچاننے اور شناخت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کے مصنّف جناب انجینئر مختار فاروقی تنظیم اسلامی کے مکتبۂ فکر سے وابستہ معروف صاحبِ نظر و قلم ہیں۔ ماہنامہ ''حکمتِ بالغہ'' کی ادارت، مکتبہ قرآن اکیڈمی، جھنگ کے تحت کتب کی اشاعت اور درسِ قرآن جیسی بابرکت مصروفیات رکھتے ہیں۔

قرآن کریم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو رہتی دُنیا کے متقین کے لیے رہنمائی کا مصدر ہے۔ لیکن معاصر اصطلاحات و اسماء کو قرآن مجید میں مذکور مصطلحات و مسمیات پر منطبق کرنا ایک عمیق علمی سرگرمی ہے جسے سرانجام دینے کے لیے اور کسی چیز سے اجتناب ضروری ہو یا نہ ہو البتہ جلد بازی سے ضرور بچنا چاہیے۔ قرآنِ کریم کے مفاہیم کی اپنے زمانے سے تطبیق کا کام ایسا معمولی اور ''وقتی'' نہیں ہے کہ تھوڑی سی مماثلت پائے جانے پر قرآنی مضامین کے مصداق طے کر لیے جائیں۔ ایسا رویہ کم از کم غیر محتاط ضرور کہلائے گا۔ صہیونیت موجودہ زمانے میں 'شر' کا ایک مظہر ہے۔ ہنگری کے

باشندے تھیوڈور ہرزل کی سنہ ۱۸۹۶ء میں لکھی جانے والی کتاب ''ڈیر جُوڈن سٹاٹ'' (Der Judenstaat یہودی ریاست) کو صہیونیت کا نکتۂ آغاز سمجھا جاتا ہے۔ فاضل مصنف سے بجا طور پر توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ اس کتاب اور اس کی تشریحی تصنیفات میں موجود 'شر' کو قرآنِ مجید کی روشنی میں سامنے لانے کی سعی فرماتے اور نورِ ہدایت سے اس کی ظلمت کے دریا کو پایاب کرتے۔ لیکن فاضل مصنف اس توقع کا بوجھ نہیں سہار سکے اور ابتدائے آفرینش سے آج تک نورِ خدا سے ستیزہ کار 'کفر' اور 'شر' کی تمام کارستانیوں کو 'صہیونیت' کے ضمن میں ہی ذکر کیا ہے، کہ ''یہ سب ابلیسیت ہے، اور ابلیسیت کا مظہرِ اعظم اس دور میں صہیونیت ہے، لہٰذا یہ سب صہیونیت ہے''۔ لیکن اس طرح تو اس کتاب کا نام بدل کر صہیونیت کی جگہ ''قادیانیت، قرآن کے آئینے میں'' یا ''بہائیت قرآن کے آئینے میں'' یا کسی اور کفریہ نظامِ عقیدہ وعمل کا نام رکھا جاسکتا ہے۔ یہ سب آیات اسی سیاق وسباق کے ساتھ اُس دوسرے کفر پر بھی پوری طرح ''فٹ'' بیٹھیں گی۔

اللہ تعالیٰ فاضل مصنّف کو اُن کی نیک نیتی کا اجر دیں، اُن کے جذبات کو قبول فرمائیں اور اپنی بات کو بہتر کرنے اور بہتر طریقے سے کہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

● کتاب ''مولانا عطاء اللہ کیمبل پوریؒ، سوانح وخدمات'' مبصر: (ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

مؤلف مفتی ہارون مطیع اللہ صفحات ۳۶۱ قیمت درج نہیں

ملنے کا پتا عطاء اللہ اکیڈمی، جامعہ اصحاب صفہ، مجید پاڑہ، بلاک ۱۰، گلشن اقبال کراچی

حلقۂ احرار میں فدائے احرار مولانا محمد گل شیر شہید رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ انہی کے داماد اور درویش عالم دین مولانا عطاء اللہ کیمبل پوریؒ کی سوانح اور ان کی مبارک یادوں کو اُن کے فاضل فرزند محترم مولانا مفتی ہارون مطیع اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے مرتب کیا ہے۔ جن سے پتا چلتا ہے کہ مولانا عطاء اللہ کیمبل پوریؒ نے کس طرح غربت میں دین کی تعلیم حاصل کی اور جب تحصیل علم سے منور ہو کر عملی زندگی میں آئے تو اُن کی حیات مبارکہ کس طرح باطل مذاہب کے رد میں صرف ہوئی۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم ہمیشہ طلباء سے محبت وانس فرماتے اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔ تاکہ طلباء اپنی ضروریات سے بے فکر ہو کر یکسوئی سے علم دین حاصل کرسکیں۔ کتاب سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اپنے وقت کی ممتاز دینی شخصیات سے ان کے ذاتی مراسم قائم تھے اور وہ سبھی ان کی درویشی، سادگی، خدا ترسی اور حق گوئی کے نہ صرف معترف تھے، بلکہ ہمیشہ ان کے لیے دعا گو رہا کرتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ کیمبل پوریؒ جمعیت علماء اسلام سے وابستگی رکھتے تھے اور جمعیت کی تحریکوں میں ان کو جیل بھی جانا پڑا، مگر وہ استقامت کے ساتھ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے رواں دواں رہے۔ کتاب پچیس ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں ان کی زندگی کے مختلف ادوار، معاصر شخصیات کا نثری اور منظوم خراج تحسین، مکاتیب اور ان کی تعمیر کردہ مساجد وغیرہ کی تصاویر بھی شامل ہیں۔ یہ مؤلف کی پہلی تخلیق ہے امید ہے کہ نقاش نقش ثانی بہتر کشد زاول کے مصداق ان کی آئندہ کی تخلیقات مزید خوبصورت ہوں گی۔

ادارہ

اخبار الاحرار

خاتم النبیین کانفرنس گولڑہ شریف میں حاضری کا احوال:　　　　　(رپورٹ: ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

ولی کامل حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب کے ایک ممتاز صوفی بزرگ تھے۔ جنہوں نے عوام کی روحانی تربیت کے لیے راولپنڈی کے قریبی قصبہ گولڑہ کو مرکز بنایا۔ جب پیر صاحب نے گولڑہ کی زمین کو اپنے قدومِ مبارک سے سرفراز فرمایا تو یہ گم نام علاقہ چہار دانگِ عالم میں مشہور ہو گیا۔ تزکیہ واصلاح کی محفلوں نے لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ آج پیر صاحب اور گولڑہ شریف کا نام لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔

گولڑہ شریف میں حاضری کی ایک عرصہ سے خواہش تھی، مگر وہاں جانے کی کوئی صورت نہ بن سکی۔ گزشتہ برس حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب امیر حضرت حافظ سید محمد کفیل بخاری صاحب کی لاہور میں درگاہ عالیہ گولڑہ شریف کے سجادہ نشین حضرت سید غلام معین الحق گیلانی صاحب سے ایک تقریب میں ملاقات ہوئی تو پیر صاحب نے شاہ صاحب کو سالانہ خاتم النبیین کانفرنس گولڑہ میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ کانفرنس 25/ اگست کو منعقد ہوتی ہے۔ اس تاریخی کانفرنس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ 1901ء میں جعلی نبوت کے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سمیت ہندوستان بھر کے مختلف مشائخ اور علماء کو لاہور میں آ کر تفسیر لکھنے کا چیلنج دیا۔ جسے پیر صاحب نے قبول فرمالیا اور لاہور کا سفر شروع کر دیا۔ پیر صاحب نے پہلے راولپنڈی اور پھر لالہ موسیٰ ریلوے سٹیشن سے مرزا قادیانی کو بذریعہ تار مطلع کیا کہ میں لاہور آ رہا ہوں۔ پیر صاحب لاہور پہنچ گئے، مگر مرزا قادیانی کو پیر صاحب اور دیگر مشائخ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی اور یوں مرزا قادیانی کو میدان میں نہ آنے کی بدولت شکست فاش ہوئی۔ پیر صاحب 25/ اگست 1901ء کو بادشاہی مسجد لاہور پہنچے تھے اور وہاں علماء ومشائخ نے خطابات فرمائے تھے۔ اس لیے اس عظیم تاریخی واقعہ کی یاد میں ہر سال ”فتح مبین، خاتم النبیین کانفرنس“ گولڑہ شریف میں باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہوتی ہے۔ جس میں ملک بھر سے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے عقیدت منداور ختم نبوت کے پروانے جوق در جوق شریک ہوتے ہیں۔ کانفرنس میں مسلمانوں کے تمام مسالک کے رہنما شریک ہوتے ہیں اور عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت وتوضیح کے ساتھ ساتھ تحفظ ختم نبوت کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

حضرت پیر غلام معین الحق صاحب گیلانی نے حضرت سید کفیل بخاری صاحب کے دعوت نامہ کے ساتھ ہی میرے لیے بھی دعوت نامہ بھجوایا اور حضرت سید کفیل بخاری صاحب کو ہر صورت میں کانفرنس میں شرکت کی تاکید بھی فرمائی۔ شاہ صاحب نے مصروفیات کی باوجود گولڑہ شریف کا عزم فرمایا اور ملتان سے بذریعہ کار چناب نگر پہنچے، جہاں مولانا محمد مغیرہ صاحب مرکزی ناظم تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان بھی ان کے ساتھ شریک سفر ہو گئے۔ میں اور مولانا تنویر الحسن احرار، خطیب جامع مسجد سیدنا ابوبکر صدیق تلہ گنگ اس قافلے میں شریک ہونے کے لیے بلکسر انٹرچینج پر پہنچے۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت کفیل شاہ صاحب تشریف لے آئے اور ہم دونوں ان کے ساتھ سوار ہو کر مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے رہنما مولانا میاں ابوذر غفاری صاحب (ساکن

کچھیاں) کے ہاں مسجد صدیق اکبر، جھنگی سیداں، راولپنڈی پہنچے۔ تھوڑی دیر بعد مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے سرپرست مولانا حافظ عبدالرحمٰن علوی اور شیخ خادم حسین امیر احرار راولپنڈی بھی تشریف لے آئے۔ سب حضرات نے مولانا ابوذر صاحب کے ہاں دوپہر کا کھانا تناول کیا۔ مولانا نے میزبانی کا حق ادا کیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ وہاں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد مولانا ابوذر غفاری صاحب کی رہنمائی میں قافلہ گولڑہ شریف پہنچا۔ جہاں پر برادرم جناب عبدالحمید چشتی مدیر ماہنامہ ''مہر منیر'' اسلام آباد نے خصوصی استقبال کیا اور ہمیں سٹیج پر لے گئے۔ چشتی صاحب ہی نظامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ حضرت پیر سید معین الحق صاحب کی صدارت میں کانفرنس کی کارروائی جاری تھی۔ معروف نعت خوان خالد حسنین خالد آف کراچی نعت مبارک پڑھ کر داد وصول کر رہے تھے۔ پیر صاحب نے حضرت سید محمد کفیل بخاری صاحب کا پرتپاک استقبال کیا، چونکہ شاہ صاحب کو جلدی ملتان واپس پہنچنا تھا۔ اس لیے نعت کے فوراً بعد شاہ صاحب کا بیان شروع کرا دیا گیا۔

تاریخ اپنے آپ کو دُہرا رہی تھی۔ آج سے پون صدی پہلے شاہ صاحب کے نانا جان حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لیے اسی سرزمین گولڑہ شریف پہنچے تھے اور اب اُن کے نواسے سید محمد کفیل بخاری اپنے نانا جان کے مرشدِ اوّل کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کے لیے درگاہ شریف میں موجود تھے۔ سید کفیل بخاری صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بیعت ہونے کے لیے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کئی دن تک پیر صاحب نے بیعت نہیں فرمایا۔ ایک دن پیر صاحب گھوڑے پر تشریف لے جا رہے تھے تو شاہ جی نے بھاگ کر گھوڑے کی رکاب پکڑ لی۔ پیر صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ اتنے دن ہوگئے ہیں۔ اب تو توبہ کرا دیجیے۔ جس پر پیر صاحب نے توجہ فرمائی اور بیعت فرما لیا۔ پھر شاہ جی کئی مرتبہ گولڑہ شریف میں حاضر ہوتے اور پیر صاحب سے دعائیں لیتے رہے۔ سید کفیل بخاری صاحب نے فرمایا کہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے جس طرح علمی میدان میں مرزا قادیانی کو چار شانے چت کیا اور شکست فاش سے دوچار کیا۔ وہ تاریخِ تحفظ ختم نبوت کا روشن باب ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اُن کی جماعت مجلس احرار اسلام نے ختم نبوت کے لیے جو خدمات انجام دیں۔ وہ سب علامہ انور شاہ کاشمیریؒ اور پیر سید مہر علی شاہؒ کی خصوصی توجہات اور فیض کا نتیجہ ہے اور آج بھی مجلس احرار اسلام پر ان جیسے تمام اکابر کی نظر کرم کی بدولت تحفظ ختم نبوت کا کام بلاتعطل جاری وساری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آج بھی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیض کے اثرات تحریک تحفظ ختم نبوت میں دیکھتے ہیں۔ مشائخ عظام، علماء کرام اور مجلس احرار اسلام کے قابل فخر رہنماؤں کی علمی اور عملی خدمات کی بدولت آج قادیانیت پوری دنیا میں شکست وریخت سے دوچار ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا پرچم دنیا بھر میں پوری آب وتاب سے لہرا رہا ہے۔ ان شاء اللہ وہ وقت دُور نہیں کہ جب پورے عالم سے قادیانیت کا ٹاٹ لپیٹ دیا جائے گا۔ شاہ صاحب کے خطاب کو پیر غلام معین الحق گیلانی صاحب اور سامعین نے بہت سراہا۔ اسی دوران برادرم حافظ عبیداللہ سلمان صاحب بھی آگئے۔ اُن کی آمد سے بہت خوشی ہوئی۔ جب کہ فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب بھی شاہ صاحب کی تقریر کے دوران ڈاکٹر احمد علی سراج، جناب عمر عبدالحفیظ مکی، محمد شکیل اختر وغیرہ کی معیت میں تشریف لے آئے۔ مولانا مکی نے شاہ صاحب کے بعد دل نشیں خطاب فرمایا۔

احرار کے وفد نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ، پیر نصیر الدین نصیر صاحبؒ اور دیگر مدفون بزرگوں کی قبروں پر جا کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔ جس کے بعد حضرت پیر غلام معین الحق صاحب سے اجازت لے کر واپسی کا نظم طے ہوا۔ پیر غلام معین الحق صاحب کے صاحبزادے پیر سید مہر فرید الحق گیلانی نے خود باہر تک چل کر رخصت کیا، جو اُن کی محبت کا

خوبصورت اظہار تھا، چونکہ حضرت سید کفیل شاہ صاحب بخاری نے راولپنڈی میں کئی امور نمٹانے تھے۔اس لیے میں اور مولانا تنویر الحسن، حضرت شاہ صاحب سے اجازت لے کر تلہ گنگ روانہ ہوئے۔سفر تمام ہوا، مگر اُس کے روحانی اثرات سے اب بھی روح شاد کام اور دل کیف وسرور سے سرشار ہے۔لاریب یہ ہمارے لیے ایک یادگار سفر تھا کہ جس کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔

❖❖❖❖

قافلۂ احرار......رواں دواں، سید محمد کفیل بخاری کا دورۂ خیبر پختون خواہ　(رپورٹ: ابومعاویہ تنویر الحسن احرار)

مجلس احرار اسلام ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو قائم ہوئی۔تب سے آج تک عقیدۂ ختمِ نبوّت کے دفاع کے لیے مصروفِ عمل ہے۔بانی احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اسی مقدس مشن کے لیے وقف تھی۔مجلس احرار اسلام نے ہر دور میں جبر واستبداد کا مقابلہ کیا مگر اپنے مشن اور مؤقف سے پیچھے نہ ہٹی۔

۱۹۳۴ء میں امیر شریعتؒ کا اکابرِ اُمت کی سرپرستی میں قادیان میں داخل ہونا۔پھر ۱۹۵۳ء میں تحریک چلا کر دس ہزار لوگوں کی قربانی پیش کرنا، خود جیل میں چلے جانا اور جماعت کا کالعدم قرار دیا جانا، ۱۹۷۶ء میں ابنائے امیر شریعت کا ربوہ میں داخل ہو کر مسجد احرار کا سنگ بنیاد رکھنا اور گرفتاریاں دینا یہ ساری باتیں تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔

۲۱راگست ۱۹۶۱ء کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر دارِفانی کو چھوڑ کر دارالبقاء کا سفر اختیار کر گئے۔مگر مجلس احرار اسلام اور اس کے قائدین وکارکنان اپنے سفر کی طرف رواں دواں رہے۔ابنائے امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری، مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا سید عطاء المؤمن بخاری اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اس قافلۂ سخت جان کے روح ورواں بنے تو انھوں نے بھی اپنے شب وروز عقیدہ ختمِ نبوّت کے دفاع اور قادیانیت کے محاسبہ ورد پر صرف کیے۔

قافلۂ احرار ابن امیر شریعت قائد احرار پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم العالیہ کی دعاؤں زیرِ سایہ اپنے مبارک سفر کی طرف رواں دواں ہے۔حضرت پیر جی کی قیادت میں نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری اور مجاہدِ ختمِ نبوّت عبد اللطیف خالد چیمہ اپنے مخصوص انداز اور طرزِ فکر سے آگے بڑھ رہے ہیں اور اپنے پیشرو اکابر کی یادیں تازہ کیے ہوئے ہیں۔

جب سے حضرت پیر جی علیل ہوئے ہیں سید کفیل بخاری پہ گویا ذمہ داریوں کے پہاڑ آ گئے ہیں، مجلس احرار اسلام کے پروگرام ہوں، ماتحت شاخوں کا انتظام ہو، دارِ بنی ہاشم اور مدرسہ معمورہ سمیت دیگر مسائل ومعاملات ہوں اس کے ساتھ ساتھ لٹریچر کی ترسیل واشاعت یا نقیبِ ختمِ نبوّت کا ماہانہ اجراء یہ سب ذمہ داریاں سید کفیل بخاری کے سپرد ہیں۔اس کے باوجود جماعتی حلقے کو بڑھانے، احباب کو منظّم کرنے، دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اور اپنوں کے نشتر سہنے کے لیے ہمہ وقت تیار اور ہشیار باش ہیں۔

گزشتہ تین سالوں سے ہزارہ ڈویژن اور خیبر پختونخوا کے احباب کے پرزور اصرار پر اس علاقے کے سفر کی ترتیب بنتی ہے اور راقم بھی شریکِ سفر ہوتا ہے۔حالیہ سفر کے کچھ احوال نذرِ قارئین ہیں، دعا کیجیے یہ گلشنِ بخاری مزید پھلتا پھولتا رہے۔

۲۵راگست ۱۱۴ویں فتح مبین وخاتم النبیین کانفرنس گولڑہ شریف اسلام آباد:

سیدنا ومرشدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مناظرے کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے لاہور کا سفر کیا۔مگر مرزا غلام قادیانی حضرت سیدنا مہر علی شاہؒ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کر سکا تو مسلمانانِ برصغیر نے ''یوم فتح دین مبین'' منایا۔اس دن کی یاد میں گولڑہ شریف میں سالانہ کانفرنس منعقد ہوتی ہے، اس

سال مخدوم مکرم پیر معین الحق صاحب نے سید محمد کفیل بخاری کو خصوصی دعوت دی۔ شرکت کا نظم بنا، مولانا پیر ابوذر غفاری، ڈاکٹر عمر فاروق، مولانا عبدالرحمٰن علوی، چودھری خادم حسین اور راقم شاہ جی کے ہمراہ درگاہِ عالیہ کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے۔ شاہ جی کا تفصیلی خطاب ہوا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ امیر شریعتؒ اور سیدی مہر علیؒ کی خصوصی توجہات مرکوز ہیں، سجادہ نشین پیر معین الحق، شیخ عبدالحمید، صاحبزادہ فرید الحق نے خصوصی محبتوں سے نوازا۔

۲۷؍اگست بروز بدھ شاہ جی ملتان سے لاہور اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ جہاں خدمات امیر شریعتؒ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ بعد نماز مغرب سید محمد کفیل بخاری نے حیات وخدمات امیر شریعتؒ بسلسلہ تحفظ ختم نبوّت کے عنوان پہ تفصیلی خطاب کیا۔ علاقہ بھر سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ رات کا قیام گجرات میں مرکز احرار ماڈل ٹاؤن میں ہی ہوا۔

۲۸؍اگست بروز جمعرات قافلہ احرار سید محمد کفیل بخاری کی قیادت میں حافظ ضیاء اللہ ہاشمی، الطاف الرحمٰن بٹالوی، ملک یوسف، بھائی کاظم، میاں محمد اویس، جہلم کے لیے رواں دواں ہوا۔ جہلم کے نواحی قصبہ چک جمال میں نوجوان عالم دین مولانا اسد محمود معاویہ، طالبات کے مدرسے کے ساتھ مجلس احرار کے پیغام کو عام کرنے میں مصروف ہیں، ان کے ہاں نشست ہوئی۔

قافلۂ احرار دن ۱۰ بجے مرکز احرار جامع مسجد صدیق اکبر ڈھنگی سیداں راولپنڈی پہنچا، جہاں پیر ابوذر غفاری کے خادم خاص بھائی عنایت اللہ نے استقبال کیا۔ دن کو آرام کیا۔ تقریباً ۴ بجے بنی گالہ اسلام آباد میں واقع محقق اہلسنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹیؒ کی رہائش گاہ پہ حاضری کے لیے روانہ ہوئے، حضرت شیخ الحدیثؒ کے چاروں بیٹے اپنے عظیم باپ کی بہترین تربیت کا محور ہیں۔ حافظ عبیداللہ سلمان، ریحان، رضوان، نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا۔ نماز عصر کے بعد پرتکلف دسترخوان سجا دیا گیا اور گھر میں انتہائی سلیقے سے تیار کردہ اشیاء سے تواضع کی گئی، ذکر وفکر سے تیار کردہ ضیافت کا ذائقہ اب بھی باقی ہے۔

نماز مغرب حضرت الشیخؒ کے دولت کدہ پہ باجماعت ادا کی گئی، ان دنوں حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادے مولانا عبیداللہ سلمان، مطالعہ قادیانیت پہ کام کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے حضرت شاہ جی سے خصوصی مشاورت ہوتی رہی، جب کہ ہم باقی احباب لائبریری میں موجود علمی ورثے سے مستفید ہوتے رہے۔ نماز مغرب کے بعد ختم نبوّت کانفرنس جس کا اہتمام مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے کیا تھا اس میں شرکت کے لیے جامع مسجد گلشن المعروف مولانا رمضان علوی اکال گڑھ پہنچے۔ مولانا عبدالرحمٰن علوی، عتیق الرحمٰن علوی، معاویہ علوی، چودھری خادم حسین ودیگر جماعتی احباب نے استقبال کیا۔ بعد نماز عشا سید محمد کفیل بخاری نے ختم نبوّت وردِ قادیانیت اور تذکرہ اکابرین احرار کے عنوان پہ خوبصورت خطاب کیا۔ مولانا عبد الرحمٰن علوی کی طرف سے عشائیہ دیا گیا جس میں جماعتی احباب کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے مبلغ مولانا زاہد وسیم، العلم ایجوکیشنل سسٹم کے مدیر مفتی طاہر شاہ، تنظیم طلباء اسلام کے ناظم اعلیٰ سید حسان اکبر گیلانی نے شرکت کی۔ رات کا قیام مرکز احرار جامع مسجد صدیق اکبر ڈھنگی سیداں میں ہوا۔ جہاں پیر ابوذر غفاری کی گفتگو نے مجلس کو کشت زعفران بنائے رکھا۔

۲۸؍اگست جمعۃ المبارک ۸ بجے پیر ابوذر صاحب کے پاس سے ناشتہ کر کے ہزارہ کی طرف رواں دواں ہوئے۔ سرائے صالح کے قدیم جماعتی واحراری کارکن برادرم فہیم احمد قریشی ۳ ماہ قبل انتقال کر گئے ہیں۔ اس علاقے کے ہر سفر میں ان کے دولت کدہ سے حاضری لگوائے بغیر آگے سفر کرنا مشکل ہوتا تھا، انتہائی متفکر اور سادہ طبیعت، خاندان امیر شریعت اور مجلس احرار اسلام کے فکرمند خادم تھے۔ ان کے گھر تعزیت کے لیے حاضری ہوئی جہاں مولانا اورنگزیب اعوان، دیگر علماء اور مرحوم کے بھائی موجود تھے۔ شاہ صاحب نے تعزیتی کلمات کے بعد دعا کروائی، مرحوم کے ورثاء نے مجلس احرار اسلام کے ساتھ تاحیات تعلق برقرار رکھنے

کے عزم کا اظہار کیا۔ تقریباً ۱۱ بجے حویلیاں کی طرف قافلہ احرار نے سفر شروع کیا، حویلیاں کا نام آتے ہی ذہن اس شخصیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو انتہائی سادہ، ملنسار، خوش اخلاق، کالج کے پروفیسر، شہر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب اور بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ محترم جناب قاضی محمد طاہر علی الہاشمی مدظلہٗ۔ حضرت قاضی صاحب، مولانا منظور احمد صاحب و دیگر احباب نے استقبال کیا۔ جب کہ کانفرنس کے انتظام وانصرام اور مہمانوں کی میزبانی کے حوالے سے میاں محمد شفقت نے خصوصی دلچسپی لی۔ مرکزی جامع مسجد حویلیاں کی بنیاد قاضی چن پیر الہاشمیؒ نے رکھی تھی۔ جہاں ایک عرصہ سے محقق اہلسنت قاضی محمد طاہر علی الہاشمی خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، ہزارہ ڈویژن میں اہل حق کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ سے لے کر اب تک خاندان امیر شریعت کا کوئی فرد جو اس علاقے میں جائے تو قاضی صاحب کے زورِ ضیافت سے نہیں بچ سکتا۔ اور شاہ صاحبان بھی قاضی صاحب کی حق گوئی کی وجہ سے ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ان کی محبت ہمیشہ غالب رہتی ہے۔ اس مرتبہ سفر میں حویلیاں کا صرف ملاقات کا پروگرام طے ہوا تھا۔ بندہ نے جب اطلاع دی تو قاضی صاحب نے ذاتی اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے شاہ جی سے رابطہ کر کے جمعہ کا وقت طے کرلیا۔ اس مرتبہ سید محمد کفیل بخاری کے لیے قاضی صاحب نے جس عنوان کا انتخاب کیا وہ تھا ”سیرت و کردار فضائل ومناقب سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما۔“ سیدنا مروانؓ مظلوم صحابی رسول صلی اللہ وسلم ہیں جن پر اپنوں اور پرایوں نے خوب غصہ نکالا ہے۔ شاہ صاحب نے تفصیل کے ساتھ اس عنوان پر گفتگو کی اور صحابی رسول مروان بن حکم کے فضائل ومناقب پہ روشنی ڈالتے ہوئے اعتراضات کا بھرپور جواب دیا۔ نماز جمعہ اور احباب سے ملاقات وطعام سے فراغت کے بعد قافلۂ احرار ایبٹ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں امام الزاہدین، شیخ التفسیر قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ کے فرزند اور جانشین ولی بن ولی قاضی محمد ارشد الحسینی صاحب منتظر تھے۔ ۴ بجے جامع مسجد پہنچے۔ حضرت قاضی صاحب، آپ کے فرزند ارجمند مولانا قاضی محمد احمد الحسینی اور دیگر خدام نے استقبال کیا۔ حضرت قاضی ارشد الحسینی بزرگوں کی نشانی اور روایات کے امین ہیں۔ بہت محبت سے پیش آئے، عصر سے مغرب تک بزرگوں کے واقعات بالخصوص امام الہند مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، شیخ التفسیر قاضی محمد زاہد الحسینیؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے حالات وواقعات پہ گفتگو جاری رہی۔ مغرب سے کچھ دیر قبل مرکزی جامع مسجد مدنی فوارہ چوک کی طرف روانہ ہوئے جہاں حضرت قاضی صاحب نے عظیم الشان ختمِ نبوّت کانفرنس کا اہتمام کر رکھا تھا۔ مولانا عبدالستار شاہ، مولانا عتیق الرحمٰن سمیت علماء کرام کی کثیر تعداد موجود تھی۔ حضرت قاضی ارشد الحسینی صاحب نے خطبہ استقبالیہ دیا اور مہمانِ معظم کا تعارف اور خاندانی پس منظر بیان کرنے کے ساتھ عقیدۂ ختمِ نبوّت کی اہمیت و ضرورت بیان کی۔ سید محمد کفیل بخاری نے تفصیلاً ختمِ نبوّت اور ردِ قادیانیت کے عنوان پہ خطاب کیا۔ انھوں نے کہا کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت اسلام کی اساس ہے۔ ہم جب تک زندہ ہیں سنت صدیقیؓ ادا کرتے ہوئے عقیدۂ ختمِ نبوّت کا دفاع کرتے رہیں گے۔ بیان کے آخر میں اکابرین احرار کی قربانیوں کا تذکرہ، مجلس احرارِ اسلام کی روشن تاریخ کے انمول واقعات سے سامعین کے دلوں کو جیت لیا۔ رات کا قیام حویلیاں میں قاضی طاہر الہاشمی صاحب کے پاس تھا۔ رات گئے تک مختلف امور پہ علمی نشست جاری رہی۔

۳۰ راگست ساڑھے آٹھ بجے قافلۂ احرار، حسن ابدال کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے فرزند مولانا فداء الرحمٰن درخواستی کی زیر سرپرستی مفتی صفی اللہ مشوانی صاحب مرکز حافظ الحدیث کا انتظام انتہائی سلیقے سے سنبھالے ہوئے ہیں۔ تقریباً ۱۰ بجے مرکز حافظ الحدیث پہنچے، مفتی صفی اللہ مشوانی کے ساتھ معروف کالم نگار مولانا محمد اسماعیل ریحان استقبال کے لیے موجود تھے۔ مرکز حافظ الحدیث کے اساتذہ، منتظمین اور طلباء نے خوب محبت سے نوازا۔ سید

محمد کفیل بخاری نے تقریباً ایک گھنٹہ، اہمیت علم، حصولِ علم، اکابر کا شوق تعلیم و تعلم اور امیر شریعتؒ کے حالات پہ تفصیلی گفتگو کی۔ طلباء کو اکابر کے نقش قدم پر چلنے اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کو حرزِ جان بنانے کی تلقین کی۔ جامعہ کے شیخ الحدیث مفتی محمد زاہد صاحب، مفتی صفی اللہ مشوانی صاحب، خواتین کا اسلام کے سابقہ ایڈیٹر مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب سے تفصیلی گفتگو جاری رہی۔ مولانا محمد اسماعیل ریحان سے ملاقات سے قبل ذہن میں خاکہ کچھ اور تھا مگر ملاقات کے بعد پتہ چلا کہ انتہائی سادہ مزاج، ہنس مکھ اور علم دوست عالم دین ہیں۔ خاندان امیر شریعت و امیر شریعتؒ سے گہری محبت کا اظہار فرمایا۔ امیر شریعتؒ کی تقریر کے ریکارڈ کے حوالے سے انتہائی متفکر تھے جس کا اظہار انھوں نے اپنے ایک کالم میں بھی کیا۔

حسن ابدال سے ہمارے قافلہ میں تبدیلی آئی کہ ابتدائی سفر کے رفیق الطاف الرحمٰن بٹالوی صاحب ذاتی مصروفیات کے باعث واپس تشریف لے گئے اور ڈاکٹر محمد عمر فاروق شریک سفر ہو گئے۔ قافلۂ احرار حسن ابدال سے اکوڑہ خٹک کی طرف روانہ ہوا۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک جو دیوبند ثانی کے نام سے مشہور ہے، امام المجاہدین، قائد سیاست اسلامیہ مولانا سمیع الحق مدظلہ، مولانا یوسف شاہ صاحب، مولانا عرفان الحق سمیع سے خصوصی ملاقات و مشاورت ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب نے مولانا سمیع الحق صاحب سے اُن کے داماد الحاج شفیق الرحمٰن کے انتقال پر اظہارِ تعزیت بھی فرمایا۔ نماز ظہر جامعہ حقانیہ میں ادا کرنے کے بعد جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد کا رخ کیا۔ جامعہ ابوہریرہؓ مصنف کتب کثیرہ، مولانا عبدالقیوم حقانی کی محنت کا ثمرہ ہے۔ جہاں دورہ حدیث اور تخصص فی الفقہ تک طلباء اپنی علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہیں۔ جامعہ ابوہریرہؓ کی لائبریری مولانا عبدالقیوم حقانی کے علمی ذوق کا مظہر ہے۔ حقانی صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ تحریر و تقریر و تدریس میں گزر رہا ہے۔ انتہائی وضع دار شخصیت ہیں۔ پہلے سالوں کی طرح اس سال بھی خوب اکرام کیا۔ سید محمد کفیل بخاری نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ طلباء سے خطاب کیا۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت کی اہمیت و فضیلت کے ساتھ ساتھ اکابر کے حالاتِ زندگی کے مختلف حالات بیان کیے تو پورا مجمع آبدیدہ ہو گیا۔

جامعہ ابوہریرہؓ کے مہتمم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے تمام شرکاء کو تحائف پیش کیے۔ جامعہ ابوہریرہؓ سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ اضاخیل نوشہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جامعہ اسلامیہ اضاخیل نوشہرہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ابتدائی شاگرد شیخ الحدیث حضرت مولانا رحیم اللہ بادشاہ خانؒ المعروف بڑے باچا صاحب کی یادگار ہے۔

خیبر پختونخوا میں یہ طالبات کا سب سے بڑا مدرسہ ہے جس میں سولہ سو سے زائد طالبات رہائش پذیر ہیں اور علمِ دین کے حصول میں مصروف ہیں۔ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا سعید اللہ باچا اور مولانا انوار اللہ باچا سے ملاقات ہوئی۔ اور حضرت مرحوم کی تعزیت کی۔ مولانا رحیم اللہ باچا کے بارے مولانا سعید اللہ باچا نے بتایا کہ ۱۹۵۱ء میں جب امیر شریعتؒ جامعہ حقانیہ دستار بندی کے لیے تشریف لائے تو اسی سال حضرت رحیم اللہ صاحب کی بھی دستار بندی ہوئی۔ گویا ان کو امیر شریعتؒ سے دستار بندی کروانے کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ اسلامیہ اضاخیل سے پشاور، چارسدہ کے سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ مغرب کی نماز ایک پٹرول پمپ کی مسجد میں ادا کی جس کے امام مولانا یحییٰ دارالعلوم سرحد کے دورہ حدیث کے طالب علم تھے اور مجلس احرار اسلام کی طرف سے جاری فہمِ ختمِ نبوّت خط کتاب کورس میں شریک رہ چکے تھے۔ براستہ موٹروے چارسدہ کے لیے سفر جاری رہا۔ چارسدہ انٹرچینج سے غنی روڈ عثمان زئی کی طرف روانہ ہوئے جہاں دارالعلوم نعمانیہ کے مہتمم مفتی محمد حسن صاحب نے طلباء کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ سوائے فون پہ چند مرتبہ بات کرنے کے ہماری ان کی پہلی ملاقات تھی۔ مگر مفتی صاحب نے خوب محبت سے

نوازا۔ رات کا قیام ان کی رہائش گاہ پہ تھا۔ مفتی محمد حسن صاحب کے والد مولانا روح اللہ صاحب فاضل دیوبند تھے اور دادا مولانا محمد اسرائیل صاحبؒ محدث العصر علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعًا۔

۳۱؍اگست بروز اتوار صبح ۷ بجے دارالعلوم نعمانیہ عثمانی زئی پہنچے۔ دارالعلوم دو حصوں میں تقسیم ہے، ایک حصہ دورہ حدیث کے طلباء کے لیے ہے جس میں ساڑھے چار سو طلباء حصولِ علم حدیث میں مصروف ہیں اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب سے علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ دارالعلوم کے حصہ دارالحدیث میں طلباء و اساتذہ منتظر تھے۔ جناب سید محمد کفیل بخاری کو دعوتِ سخن دی گئی تو ماشاء اللہ شاہ صاحب نے طلباء سے بہت خوبصورت انداز میں گفتگو کی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب نے خوب سراہا۔ شاہ صاحب کے بیان کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب نے اپنے آباؤ اجداد اور احرار کے تعلق کے بارے میں گفتگو فرمائی اور حضرت امیر شریعتؒ کی تقریر کا انوکھا واقعہ بیان فرمایا۔ حضرت شیخ نے انتہائی افسوس سے بتایا کہ دو سال قبل تک میرے پاس اکابرین احرار کے خطوط موجود تھے جو چند ماہ پہلے سیلاب کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔ فرمایا کہ مجھے ان کے ضائع ہونے پہ بہت دکھ پہنچا۔ مفتی محمد حسن اور شیخ الحدیث محمد ادریس کی محبتوں، چاہتوں کی مٹھاس کے ساتھ ہم اپنے اگلے سفر پہ روانہ ہوئے۔

تقریباً ۱۰ بجے دن پشاور پہنچے جہاں برادرم انجینئر محمد شہاب اپنے احباب کے ساتھ منتظر تھے۔ ان کے گھر کافی سارے احباب جمع تھے جہاں شاہ صاحب نے مختصر گفتگو فرمائی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے پشاور کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ عثمانیہ نوتھیہ پشاور پہنچے۔ حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ، مولانا حسین احمد صاحب ناظم تعلیمات اور صاحبزادہ مولانا احسان الرحمٰن سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ مفتی غلام الرحمٰن، جامعہ حقانیہ کے قدیم فضلاء میں سے ہیں۔ انتہائی علم دوست انسان ہیں۔ مدارس عربیہ میں جدید تعلیم کو قدیم طرز پہ علمو عقلیہ و نقلیہ کے تابع کر کے پڑھانے کے خواہاں ہیں اور ان کی زیرادارت، ماہنامہ العصر، انتہائی خوبصورتی کے ساتھ جدید مسائل سے پیوستہ ہو کر ہر ماہ اُمّت کی رہنمائی کرتا ہے۔ پونے ایک بجے ہمارا قافلہ نواسۂ امیر شریعت کی قیادت میں نشتر ہال پہنچا، جہاں انٹرنیشنل ختمِ نبوّت موومنٹ کے زیر اہتمام، ختمِ نبوّت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس کی صدارت پیر طریقت، رہبرِ شریعت، فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم العالیہ فرما رہے تھے۔ جب کہ سٹیج پہ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب خلیفہ شیخ محمد زکریاؒ، قاری محمد رفیق وجھوی، قاری شبیر احمد عثمانی، بھائی شمس الدین (سابق قادیانی)، بھائی شکیل اختر، مولانا جنید ہاشم (ساؤتھ افریقہ) مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج، مولانا حمد اللہ و دیگر علماء موجود تھے۔

نماز ظہر کے بعد حضرت پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی نے پرمغز بیان فرمایا۔ ان کے بعد قافلہ احرار کے روحِ رواں نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری کو دعوت خطاب دی گئی۔ شاہ صاحب نے اپنی گفتگو میں قادیانیوں کی سازشوں سے خوب پردہ چاک کیا۔ کانفرنس سے فارغ ہو کر قدیم احراری کارکن بابا حاجی عبداللہ کی رہائش گاہ پہ پہنچے اور دن کا کھانا تناول کیا گیا۔ تقریباً ۵ بجے مردان کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ مردان کی مردم خیز سرزمین قافلۂ احرار کی منتظر تھی، مولانا محمد ناصر خان، پیر محمد امجد صاحب اور دیگر احباب نے خوش آمدید کہا۔ نماز مغرب کے بعد خانقاہِ ادریسیہ ارم کالونی میں ختمِ نبوّت کانفرنس منعقد تھی۔ شاہ صاحب نے تفصیلی خطاب کیا۔

محترم حاجی محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ توضیح القرآن، مولانا محمد ندیم صاحب مبلغ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت و دیگر علماء موجود تھے۔ علاقے میں کام کے حوالے سے تفصیلی بات ہوئی اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ رات کا قیام پرانے میزبان قاسم خان کے گھر تھا۔ جو میاں محمد اویس کے دوستوں میں سے ہیں۔ پشتون روایات کے مطابق خوب ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

یکم ستمبر ۲۰۱۴ء ساڑھے ۷ بجے مدرسہ توضیح القرآن ارم کالونی مردان پہنچے جہاں حاجی عبداللہ صاحب سمیت

علماء کی کثیر تعداد موجود تھی۔ شاہ صاحب نے ۴۰ منٹ اہمیت علم اور ختمِ نبوّت کے عنوان پہ بیان کیا اور اہل مردان کی محبتوں کو سمیٹتے ہوئے کوہاٹ کی طرف عازم سفر ہوئے۔

مردان سے ۹ بجے کوہاٹ کے لیے نکلے۔ ڈھائی گھنٹے کے صبر آزما سفر کے بعد ہم کوہاٹ پہنچے، جہاں ہمارے میزبان محترم حاجی منصور پراچہ، محمد طیب پراچہ، حاجی عابد پراچہ اور امیر مجلس احرار اسلام کوہاٹ قاری عبیداللہ انور رحیمی نے خوب محبتوں سے نوازا۔ بعد نماز ظہر جامع مسجد کوتوالی کوہاٹ میں تحفظ عقیدۂ ختمِ نبوّت وخدمات امیر شریعت ؒ کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ابتدائی گفتگو راقم نے کی پھر سید محمد کفیل بخاری کا تفصیلی خطاب ہوا۔ بیان کے بعد معروف مذہبی وسیاسی شخصیت الحاج جاوید ابراہیم پراچہ (سابق ایم۔ این اے) جو ان دنوں علیل ہیں ان کے ہاں حاضری دی اور کافی دیر تک مشاورت وملاقات رہی۔

۲۸/ اگست سے یکم ستمبر تک دورۂ خیبر پختونخوا اپنے اختتام کی طرف پہنچا۔ نماز عصر پڑھ کر کوہاٹ سے جنڈ ضلع اٹک کے لیے روانہ ہوئے۔ مغرب کی نماز جنڈ پہنچ کر ادا کی۔ جہاں شہید ختمِ نبوّت رفیق امیر شریعت مولانا گل شیر اعوان شہیدؒ کے نواسے مولانا محمد زکریا کلیم اللہ، مفتی محمد الحسن حیدری منتظر تھے۔ مولانا زاہد محمد جنڈوی، مولانا محمد زبیر و دیگر احباب کے ساتھ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ قافلۂ احرار جنڈ سے پنڈی گھیپ کی طرف روانہ ہوا۔ پنڈی گھیپ میں برادرم جنید الرحمٰن، سہیل الرحمٰن معاویہ، محمد جنید مرہر اور دیگر احباب سے ملاقات ہوئی اور تلہ گنگ کی راہ لی۔ تلہ گنگ مجلس احرار اسلام کا قدیم مرکز ہے۔ بانیٔ احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سمیت امیر شریعتؒ کے چاروں فرزند کئی بار تلہ گنگ تشریف لائے۔ سید عطاء المحسن بخاری، اور سید عطاء المؤمن بخاری ایک عرصے تک ہر مہینے جمعہ پڑھانے تشریف لاتے رہے۔ مرکز احرار جامع مسجد سیدنا ابوبکر صدیقؓ تلہ گنگ سے ۲۰۱۰ء میں فہمِ ختمِ نبوّت خط کتابت شروع کیا گیا جس میں ہزاروں لوگ شریک ہیں اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے دفاع میں مصروف ہیں۔

رات ۱۰ بجے تلہ گنگ پہنچے، قدیم احراری کارکن ماسٹر غلام یٰسین، فہیم اصغر قاضی، حاجی غلام شبیر، شیخ محمد یوسف، شیخ محمد ہارون منتظر تھے۔ رات کا کھنا اور نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد قافلہ احرار لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ راقم اور ڈاکٹر محمد عمر فاروق تلہ گنگ ہی رہ گئے جب کہ سید محمد کفیل بخاری، ملک محمد یوسف، میاں محمد اویس، مولانا ضیاء اللہ ہاشمی، بھائی کاظم لاہور کی طرف روانہ ہوگئے۔ یوں یہ دورہ بہت ساری یادوں کے ساتھ مکمل ہوا۔

قارئین کرام! دعا کیجیے کاروانِ احرار پھلتا پھولتا رہے اور اپنے مشن کی طرف رواں دواں رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ تادیر ہمارے سروپ پہ قائم رکھیں اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے دفاع اور قادیانیت کے رد کے لیے ہمیں قبول فرمالیں۔ (اٰمین بجاہ النبی الامی الکریم)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

چیچہ وطنی (7۔ستمبر) ''یوم تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے گزشتہ روز تحریک طلباء اسلام چیچہ وطنی کے زیر اہتمام مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں منعقد ہونے والے ''ختم نبوت سیمینار'' کے مقررین نے کہا ہے کہ ایک طویل جدوجہد اور خون شہیداں کے صدقے 7۔ستمبر کو پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا بہر حال بھٹو مرحوم کے سر ہے جبکہ 1953 میں دس ہزار نفوس قدسیہ کے سینے چھلنی کر دیئے گئے، سیمینار مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کی زیر صدارت منعقد ہوا جبکہ مہمان خصوصی جمعیت علماء اسلام کے رہنماء پیر جی قاری عبدالجلیل رائے پوری تھے۔ انجمن تحفظ حقوق شہریاں چیچہ وطنی کے سرپرست شیخ عبدالغنی، مجلس احرار اسلام کے رہنماء حافظ محمد عابد مسعود، جمعیت علماء اسلام کے امیر پیر جی عزیز الرحمٰن، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماء مولانا کفایت اللہ حنفی، جماعت اسلامی کے رہنماء حق نواز خان درانی، اہلحدیث رہنماء قاری محمد اکرم ربانی اور صوفی شفیق عتیق، ممتاز عالم دین مفتی محمد ساجد، جماعۃ الدعوہ کے رہنماء حافظ محمد عاطف مجاہد، اہلسنت والجماعت کے رہنماء مفتی محمد احسن عالم اور مولانا عثمان حیدر، بار ایسوسی ایشن کے سینئر رکن چودھری خادم حسین وڑائچ، تحریک طلباء اسلام کے رہنما قاضی ذیشان آفتاب، ملک آصف مجید، محمد معاویہ شریف، محمد احسن دانش، محمد بلال حبیب اور دیگر نے خطاب کیا جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی، محمد صفدر چودھری، مولانا احمد ھاشمی اور دیگر شخصیات نے خصوصی شرکت کی۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے صدارتی خطاب میں کہا کہ قادیانی اپنے کفر کو اسلام کے نام سے متعارف کروا رہے ہیں اس لحاظ سے وہ زندقہ کے مرتکب ہو رہے ہیں انہوں نے کہا کہ ''یوم ختم نبوت'' کے اجتماعات کا دائرہ پوری دنیا میں پھیل چکا ہے انہوں نے کہا کہ آج کے بدلتے ہوئے حالات اور لابنگ کے محاذوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحریک ختم نبوت کو نئے سرے سے استوار و مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور اس کیلئے نوجوان نسل کی ذہن سازی اور تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ شیخ عبدالغنی نے کہا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمام طبقات ایک اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں، حافظ عابد مسعود نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کیلئے بھی ضروری ہے۔ پیر جی عزیز الرحمٰن نے کہا کہ آج کے دن آئین میں کی گئی ترمیم کو قادیانی ماننے سے انکاری ہیں اس طرح وہ آئین اور ریاست کے باغی ہیں، قاری محمد اکرم ربانی نے کہا کہ یہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جنگ روز قیامت شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا موجب بنے گی، دیگر مقررین نے مطالبہ کیا کہ مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے، مخلوط نظام تعلیم ختم کیا جائے۔ نصاب تعلیم میں اسلامی و دینی ابواب کا مناسب اضافہ کیا جائے امتناع قادیانیت آرڈیننس پر موثر عمل درآمد کرایا جائے بعد ازاں تحریک ختم نبوت اہلحدیث کے زیر اہتمام قاری محمد اکرم ربانی کی میزبانی میں ''یوم ختم نبوت'' کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانیوں کے مذہبی تعاقب کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشرتی تعاقب بھی ضروری ہے انہوں نے کہا کہ قادیانی بین الاقوامی پناہ گاہوں میں بیٹھ کر ہمارے عقیدے اور ملکی سلامتی پر حملہ آور ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارا آئین اور پارلیمان دونوں سازشوں کی زد میں ہے لیکن حکمران سیاستدان اور بین الاقوامی طاقتیں کان کھول کر سن لیں کہ آئین پاکستان سے قادیانیوں والی قرارداد اقلیت اور تحفظ ناموس رسالت کا قانون کوئی مائی کا لال ختم نہیں کر سکتا اس اجتماع سے بھی متعدد مقررین نے خطاب کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ پوری دنیا میں قادیانیوں کا تعاقب جاری رہے گا۔

❁ ❁ ❁

لاہور (10۔ستمبر) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے امریکہ کی طرف سے چناب نگر (ربوہ) کے دو قادیانی کالجوں کو ڈی نیشنلائز کرنے کے امریکی مطالبہ کو پاکستان کے اندرونی و مذہبی معاملات میں جارحانہ مداخلت قرار دیتے ہوئے مسترد کرنے کا

اعلان کیا ہے اور حکومت پنجاب سے کہا ہے کہ وہ قادیانیوں کی طرف سے امریکہ کو دی گئی درخواست کے نتیجے میں اس امریکی مطالبے کا سرکاری سطح پر مسترد کرنے کا باضابطہ اعلان کرے۔ متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینئر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ یہ امر قابل توجہ ہے کہ قادیانی جماعت نے امریکہ کو درخواست دی کہ وہ پاکستان پر دباؤ ڈالے کہ گورنمنٹ ٹی آئی کالج چناب نگر اور جامعہ نصرت کالج برائے خواتین چناب نگر جو کہ بھٹو مرحوم کے دور میں قومیائے گئے تھے ان کو ڈی نیشنلائز کر کے قادیانی جماعت کو واپس کئے جائیں۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانیوں کا امریکہ کو درخواست کرنے سے بات مزید واضح ہو گئی کہ قادیانیوں کے اصل سرپرست کون ہیں، انہوں نے کہا کہ اس کی بھی وضاحت ہونا ضروری ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے کس بنا پر امریکی درخواست پر دلچسپی لی کہ قادیانی تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کئے جائیں، انہوں نے کہا کہ یہ امریکی تابعداری میں تمام حدود کراس کرنے کا نتیجہ بد ہے کہ امریکہ اب ہم سے ہمارا عقیدہ بھی چھیننا چاہتا ہے، انہوں نے کہا کہ ان اداروں کی تعمیر و ترقی پر حکومت کے بے تحاشہ اخراجات ہوئے اور اب وہاں سٹاف اور طلباء کی غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے، انہوں نے واضح کیا کہ گورنمنٹ ٹی آئی کالج چناب نگر میں مسلمان پروفیسرز کی تعداد 39 جبکہ قادیانی پروفیسرز کی تعداد 8 ہے جبکہ نان ٹیچنگ عملہ میں مسلمان ملازمین کی تعداد 25 اور قادیانی ملازمین کی تعداد 3 ہے اسی طرح جامعہ نصرت کالج برائے خواتین میں مسلمان طالبات 75 فیصد جبکہ مرزائی طالبات 25 فیصد ہیں، جامع مسجد احرار چناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ دونوں تعلیمی اداروں کے سٹاف اور طلباء میں ایک بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے جبکہ قادیانی اور مسلمان یکساں طور پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایسا کوئی فیصلہ ''چناب نگر'' کو دوبارہ ''ربوہ'' بنانے کی خطرناک سازش ہے، جسے کسی صورت قبول نہیں کیا جا سکتا یاد رہے کہ پیپلز پارٹی کے دورِ اقتدار میں 1972ء میں پرائیویٹ تعلیمی ادارے سرکاری پالیسی کے تحت نیشنلائز ہوئے تو قادیانیوں اور مسیحیوں کے تعلیمی ادارے بھی اس قانون کی زد میں آئے، تعلیمی اداروں کی ڈی نیشنلائزیشن کے بعد قادیانی تعلیمی ادارے بدستور سرکاری تحویل میں رہے، جب بھی ان کو واپس کرنے کی بات ہوئی تو مذہبی جماعتوں نے اس پر شدید ردِعمل کا اظہار کیا کچھ عرصہ پہلے قادیانیوں نے از سرِ نو اپنی پالیسی کے تحت امریکن حکام سے درخواست کی کہ وہ ان کے تعلیمی ادارے حکومت کی تحویل سے واپس کروائے، ایک رپورٹ کے مطابق اس سلسلہ میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے ڈپٹی امریکی نمائندہ برائے پاکستان وافغانستان نے ملاقات میں درخواست کی تھی، جس کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر صوبائی وزیر ماحولیات کرنل ریٹائرڈ شجاع خانزادہ نے امریکی قونصلیٹ میں لبنٰی خان سے ملاقات کی جس میں امریکی اتھارٹیز کی طرف سے قادیانیوں کے کالج ان کو واپس کرنے کی درخواست کی گئی اس پر حکومت پنجاب نے ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو قادیانیوں کے کالجوں کی ڈی نیشنلائزیشن کے لیے اپنا مؤقف دینے کی ہدایت کی جس پر محکمہ ہائر ایجوکیشن کی طرف سے انکار کر دیا گیا، علاوہ ازیں معلوم ہوا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں نے اس صورتحال کا جائزہ لینا شروع کر دیا ہے جبکہ متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے اس مسئلہ پر تمام مکاتب فکر کی مشترکہ جدوجہد اور مزاحمتی تحریک کے لیے دینی جماعتوں سے رابطے شروع کر دیئے ہیں، مختلف دینی جماعتوں کے دینی رہنماؤں نے کہا ہے کہ ان تعلیمی اداروں کو کسی صورت قادیانیوں کو واپس نہیں کرنے دیں گے اور نہ ہی تعلیمی اداروں کی ذریعے کفر وارتداد کی تبلیغ ہونے دیں گے، ان رہنماؤں نے یہ بھی کہا کہ حکومت تحفظ ختم نبوت کے قانون پر عمل داری کو یقینی بنائے اور قادیانی سازشوں کا آئینی سدباب کیا جائے۔

❁ ❁ ❁

چیچہ وطنی (12۔ستمبر) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے ''دفاع پاکستان اور تحفظ ختم نبوت کے تقاضے'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وطن عزیز کے خلاف حالیہ

سازش تو غیر ملکی ہے لیکن ادا کار سارے کے سارے ملکی ہیں جو مہروں کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں، قادیانی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کرنا حُب الوطنی کا بنیادی تقاضا ہے اور ان تقاضوں کی روشنی میں ہم پر امن جدوجہد کے داعی ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری نے مسجد شہداء فرید ٹاؤن ساہیوال میں نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ملک کلمۂ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور کلمۂ اسلام کے نظام کے نفاذ سے ہی باقی رہ سکتا ہے، انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار مرتد اور زندیق کی ذیل میں آتے ہیں کیونکہ وہ اپنے کفر کو اسلام کے نام پر متعارف کرواتے ہیں، عبداللطیف خالد چیمہ نے مسجد ختم نبوت رحمٰن سٹی چیچہ وطنی میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کا اساسی و بنیادی عقیدہ ہے جو ضروریاتِ دین میں سے ہے، انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کو پہلے شہید ختم نبوت سیدنا حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ وطن عزیز میں فتنہ وفساد اور دھرنوں کا ناطہ امریکہ و اسرائیل اور ایران سے ملتا ہے اور بلوچستان میں علیحدگی پسندی کی تحریک کے پیچھے قادیانی ایلیمنٹ کام کر رہا ہے، انہوں نے بتایا کہ 7۔ستمبر 1974ء کی قراردادِ اقلیت کے حوالے سے تحفظ ختم نبوت کے اجتماعات کا سلسلہ ستمبر کے آخر تک جاری رہے گا، 28۔ستمبر کو لاہور میں ختم نبوت کانفرنس ہو گی جس میں تمام مکاتب فکر کے نمائندہ رہنما خطاب کریں گے۔

❁ ❁ ❁

ملتان (۵؍ستمبر) مجلس احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام ایوانِ احرار، دارِ بنی ہاشم میں 7؍ستمبر 1974 کو پاکستان کی پارلیمنٹ میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دورِ اقتدار میں لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے تاریخی دن کے حوالے سے منعقدہ ''یومِ فتح ختم نبوت'' کی تقریب سے قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کی سو سالہ طویل ترین جدوجہد اس روز فتح مبین سے ہمکنار ہوئی اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے اس پر کوئی حرف نہیں آنے دیں گے۔ قادیانیوں کو دنیا بھر میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ہماری ان سے عقیدے کی جنگ ہے قادیانی آج بھی اپنے پیش رو مرزا بشیر الدین کی پیروی میں پاکستان کو اکھنڈ بھارت بنانا چاہتے ہیں جو کہ ان کا مذہبی عقیدہ ہے۔ قادیانی امریکہ و برطانیہ کے ذلہ خوار، جہاد کے منکر، اسلام اور وطنِ عزیز کے دشمن ہیں۔

قائد احرار نے کہا کہ ایوان اقتدار کی راہداریوں، سول و عسکری اداروں، سیاسی جماعتوں اور نوکر شاہی میں گھسے ہوئے قادیانی تحفظ ختم نبوت کی پر امن جدوجہد کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں، ہم ہرگز پاکستان کو قادیانی، رافضی اور سیکولر ریاست نہیں بننے دیں گے۔ پاکستان اسلام کے نام و نعرے پر بنا تھا اور اس میں حکومت الٰہیہ کا نظام ہی نافذ ہو گا۔ انھوں نے کہا کہ بعض جماعتیں قادیانیت کی پشت پناہی میں مصروف عمل ہیں اور ملک کی ساکھ کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ قادری، آئین پاکستان میں اقلیتوں کے حوالے سے کی گئی ترمیم کو ختم کرنے کا ایجنڈا لے کر نکلا ہے احرار کبھی بھی دشمن کے ان ہتھکنڈوں کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے نام پر اکثریت کے حقوق غصب نہیں کرنے دیے جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ فحاشی و عریانی کے نام پر پیش کیے جانے والے نئے پاکستان کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ہم آخری دم تک اس کے خلاف رکاوٹ کھڑی کرتے رہیں گے۔ پاکستان میں حکمرانی صرف اللہ کی ہی ہو گی یہاں ناچ گانے، فحاشی و عریانی کے سونامی کو نہیں چلنے دیا جائے گا۔

ملتان (7 ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ حکومت قانون امتناعِ

قادیانیت پر مؤثر عمل درآمد کروائے۔ قادیانی علانیہ قانون شکنی کر رہے ہیں۔ آئین کا تحفظ اور اس پر عمل درآمد حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ان خیالات کا اظہار انھوں نے مسجد ختم نبوت دارِ بنی ہاشم میں مجلس احرار اسلام اور تحریک طلباء اسلام کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ہزاروں شہداء ختم نبوت کی قربانی کو سلام اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ہم تجدید عہد کرتے ہیں کہ تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ قادیانی مسئلہ آئینی طور پر حل ہوا لیکن قانون پر مؤثر اور مکمل عمل درآمد باقی ہے۔ انھوں نے کہا کہ قادیانیوں کا کفر پوری دنیا میں طشت از بام ہو گیا ہے وہ اب مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر دھوکہ دینا بند کر دیں۔

سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہمارا ایمان ہے اور ہم اپنے ایمان کو پوری دنیا میں ظاہر کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام نے فتنہ قادیانیت کے خلاف لازوال جدوجہد کی۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے، 1974ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور 1984ء میں ضیاء الحق نے قانون امتناع قادیانیت جاری کیا۔ یہ کامیابیاں طویل جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجے میں حاصل ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ و برطانیہ قادیانیوں کی پشت پناہی بند کریں۔ قادیانیوں کو مسلمان قرار دینے اور آئین میں قادیانیوں سے متعلق دفعات کو ختم کرنے کے لیے امریکی دباؤ خطرناک غیر اخلاقی اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔ کفریہ اور طاغوتی قوتوں کی طرف سے قادیانیوں کی حمایت سے ثابت ہو گیا ہے کہ قادیانی یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی ہر سازش خاک میں ملا دی جائے گی۔ مجلس احرار اسلام، شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت اور تحریک طلباء اسلام کے زیر اہتمام گزشتہ روز ملک بھر میں یوم فتح مبین کے اجتماعات منعقد ہوئے اور تحفظ ختم نبوت کے لیے جدوجہد جاری رکھنے کا عزم اور تجدید عہد کیا گیا۔

❁ ❁ ❁

لاہور (۲۶/ستمبر ۲۰۱۴ء) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ ملکی سلامتی کیلئے ازحد ضروری ہے کہ نظریہ جہاد کی نفی کرنے والی قادیانی جماعت کو خلافِ قانون قرار دیا جائے۔ سید محمد کفیل بخاری نے جامعہ قاسمیہ رحمٰن پورہ لاہور میں نمازِ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت، اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور وحدت امت کی علامت ہے۔ انہوں نے کہا کہ منکرین ختم نبوت کی ریشہ دوانیوں پر پہلے سے زیادہ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

عبداللطیف خالد چیمہ نے مسجد حنفیہ صراط لجنہ نشتر روڈ لاہور میں ''دفاع پاکستان اور تحفظ ختم نبوت کے تقاضے'' کے موضوع پر نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دینی تعاقب کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشرتی سطح پر بھی قادیانیوں کے تعاقب اور سدباب کی ضرورت ہے۔

❁ ❁ ❁

لاہور (۲۸/ستمبر ۲۰۱۴ء) مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقدہ کانفرنس کے مقررین نے کہا ہے کہ فتنہ ارتداد مرزائیہ کی تباہ کاریوں سے امت کو بچانے کیلئے ہم اپنا کردار جاری رکھیں گے، قادیانیوں کے مذہبی تدارک کے ساتھ ساتھ ان کے سیاسی و معاشرتی تدارک اور ملک دشمن کارروائیوں کو بے نقاب کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ کانفرنس سے پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب

مہتمم مولانا فضلِ رحیم، تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر حافظ محمد عاکف سعید، جمعیت اہلحدیث کے نائب امیر علامہ زبیر احمد ظہیر، جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی، جمعیت علماء اسلام پنجاب کے امیر ڈاکٹر قاری عتیق الرحمٰن، جمعیت علماء پاکستان (نورانی) کے رہنما سردار محمد خان لغاری، اہلسنت والجماعت کے رہنما مولانا احسان الحق شاد، جسٹس (ر) نذیر احمد غازی، جماعت اسلامی کے رہنما محمد انور گوندل اور میاں محمد مقصود، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رابطہ سیکرٹری قاری محمد رفیق وجھوی، مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا تنویر الحسن، حافظ نصیر احمد احرار، تحریک طلباء اسلام پاکستان کے کنونیر محمد قاسم چیمہ، مرزا شمس الدین، میاں محمد عفان، قاری محمد قاسم، قاری غلام مرتضٰی، قاری محمد صفوان احرار اور دیگر رہنماؤں نے شرکت وخطاب کیا۔

قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ آئین پاکستان کیخلاف ملکی وعالمی مہم کے پیچھے قادیانی، دین دشمن اور وطن دشمن عناصر ہیں جو اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ کر عدم استحکام کو بڑھانے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دھرنے دینے والوں کا ایجنڈہ پوری طرح بے نقاب ہو چکا، ناچ گانے اور جھوٹے خوابوں والے اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہمیں اپنی زندگیوں سے بہت زیادہ عزیز ہے جن بزرگوں نے پارلیمنٹ میں قرار دادِ اقلیت کیلئے جدوجہد کی اللہ نے انہیں اپنے آخری نبی ﷺ کی محبت کیلئے چن لیا تھا۔ **مولانا زاہد الراشدی** نے کہا کہ نظام کی تبدیلی کے نام پر ملک کے استحکام، اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے خلاف مہم کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے مختلف حکمرانوں پر اثر انداز ہو کر ملکی سلامتی کیخلاف گھناؤنی سازشیں تیار کیں لیکن منہ کی کھائی اب پھر تحریک انصاف پر اثر انداز ہو کر سازشوں میں مصروف ہیں اور عمران خان نے قادیانی پروفیسر عاطف میاں کو اقتدار میں آ کر وزیر خزانہ بنانے کا اعلان کیا ہے لیکن قادیانی یاد رکھیں وہ ان سازشوں میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور عمران خان بھی قادیانیوں کے نرغے سے بچ نکلیں گے۔ **مولانا فضل الرحیم اشرفی** نے کہا کہ حضرت امیر شریعت مرحوم کی جدوجہد نے مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان کفر واسلام کی ایک دیوار کھڑی کر دی۔ انہوں نے کہا کہ احرار قافلہ ختم نبوت سب مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہا ہے۔ **مولانا عبدالرؤف فاروقی** نے کہا کہ نفاذ شریعت کے مطالبے کو بندوق کی نوک پر دبایا گیا لیکن جمہوریت اور پارلیمنٹ کا تحفظ بندوق کی نوک پر ہوا، کشمیر کا مسئلہ قادیانیوں کا پیدا کردہ ہے کہ انہوں نے گورداسپور کا علاقہ درخواست دے کر پاکستان میں نہ آنے دیا اور اسی کے نتیجے میں آبی جارحیت بھی ہو رہی ہے، انہوں نے کہا کہ اکھنڈ بھارت قادیانیوں کا مذہبی عقیدہ اور خواب بھی ہے جو ان شاء اللہ کبھی پورا نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ کے پی کے میں تحریک انصاف کی حکومت نے تعلیمی نصاب سے اسلامی ابواب خارج کر دیئے ہیں، انہوں نے کہا: 7 ستمبر کی طرح امتناع قادیانیت ایکٹ (26 اپریل) بھی منایا جانا چاہیئے، جمعیت علماء اسلام (س) آئندہ 26 اپریل کو چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس کرے گی۔ **علامہ زبیر احمد ظہیر** نے کہا کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت قادیانیوں کی آئینی حیثیت میں ترمیم وتبدیلی نہیں کر سکتی، انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام پاکستان نے اپنی قدیم روایات کو جاری رکھتے ہوئے تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کو متحد کر کے سب اہل ایمان کو احسان مند کیا ہے۔ **سردار محمد خان لغاری** نے کہا کہ دھرنے والے دونوں گروہ قادیانیوں کو سپورٹ کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ عمران خان کا ایک قادیانی کو وزیر خزانہ بنانے کا اعلان اور ڈاکٹر طاہر القادری کا پاکستان کے دستور سے قادیانیوں کی تکفیر کے امت مسلمہ کے متفقہ مؤقف کو بدلنا چاہتے ہیں سزائے موت کے خاتمے کا مقصد دراصل توہین رسالت کے مجرموں کو سزا سے بچانا ہے۔ جمعیت علماء اسلام پنجاب کے امیر **ڈاکٹر قاری عتیق الرحمٰن** نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہمارے اسلاف کی یادگار ہے، انہوں نے کہا کہ تحریک ختم نبوت اور تحریک آزادی کی تاریخ مجلس احرار اسلام کے تذکرے کے بغیر نامکمل ہے، انہوں نے کہا کہ فروعی اختلافات کو اصولی اختلاف نہ بنایا جائے، انہوں نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کو مشترکہ پلیٹ فارم پر لا کر مجلس احرار نے مثالی کردار ادا کیا ہے۔ **حافظ محمد عاکف سعید**

نے کہا کہ جب تک اسلامی نظام اور مرتد کی شرعی سزا نافذ نہیں ہوتی فتنہ قادیانیت کا سدباب ناممکن ہے، شریعت کا نفاذ فتنوں کے خاتمے اور تمام مسائل کا حل ہے، انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے احرار کی پرامن جدوجہد پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ہے **۔نذیر احمد غازی** نے کہا کہ جو جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کرتا ہے اس سے کسی خیر کی توقع خود فریبی ہے، انہوں نے کہا کہ مغرب مسلمانوں سے روح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نکالنا چاہتا ہے، قادیانی امت مسلمہ میں انتشار پیدا کرنے میں مصروف ہیں **۔محمد انور گوندل** نے کہا کہ ایک طویل جدوجہد کے بعد 7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا آج سیکولر لابیاں، لادین معاشرے کیلئے اپنے حربے استعمال کر رہی ہیں جس کے آگے بند باندھنے کی ضرورت ہے۔

پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر مقررین نے کہا کہ قادیانی اپنے کفر کو اسلام کے نام پر متعارف کروار ہے ہیں اس اعتبار سے وہ زندیق ہیں، انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن)، پیپلز پارٹی، تحریک انصاف اور ملک کی دوسری سیاسی پارٹیوں کو اپنے اندر سے قادیانی اثر ونفوذ ختم کر کے قادیانی ریشہ دوانیوں کے سامنے بند باندھنا چاہیے، وحدت امت تصور رسالت سے ہی قائم ہے جبکہ امریکی ارکان کانگریس نے ”کاکس“ بنا کر پوری دنیا میں قادیانیت کو پرموٹ کرنا شروع کر رکھا ہے اور پاکستان کا دستور ان کا خاص ہدف ہے، انہوں نے کہا کہ یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ دھرنے والے عمران خان اپنی موہوم کامیابیوں میں گم ہیں اور اقتدار میں آنے کے بعد ایک قادیانی کو وزیر خزانہ بنانے کا اعلان کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ گوہر شاہی فتنے اور قادیانی فتنے کے ساتھ عمران خان کا گٹھ جوڑ تحریک انصاف کو لے ڈوبے گا۔

کانفرنس میں متعدد قراردادیں بھی منظور کی گئیں جن میں کہا گیا ہے کہ کے پی کے کی حکومت نے نصاب تعلیم سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفاء راشدین اور اسلامی ابواب کو خارج کر کے غیر مسلموں کے نام شامل نصاب کئے ہیں جو نوجوان نسل کے ایمان وعقیدے کو خراب کرنے والی بات ہے۔مختلف قراردادوں میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت قراردادِ مقاصد اور آئین کے قانونی تقاضوں کی روشنی میں اسلامی نظام حیات نافذ کرے، سودی معیشت اور سودی بینکنگ ختم کی جائے۔74ء کی قراردادِ اقلیت اور 84ء کی امتناع قادیانیت ایکٹ پر موثر عمل درآمد کرایا جائے، حکومت امریکی ویورپی تسلط سے نکل کر غلامی کا طوق اتار دے اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آجائے، مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے، توہین انبیاء کرام، توہین صحابہ کرام واہلبیت رضی اللہ عنھم کے ملزمان کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

تحریک طلباء اسلام پاکستان کی شاخوں کا انتخاب

تحریک طلباء اسلام لاہور

سرپرست: میاں محمد اویس

صدر: چوہدری ثاقب افتخار (0321-4305507)

نائب صدر: قاضی حارث علی، شاہ رخ افتخار بھٹہ، رفیع اللہ خان

سیکرٹری جنرل: حافظ عثمان طاہر (0321-4814402)

ڈپٹی سیکرٹری جنرل: میاں احمد شفیق، اسید قوی، سعد عامر میاں

سیکرٹری اطلاعات ونشریات: حافظ ابوبکر

ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات ونشریات: اسد جہانگیر، سفیان اویس، حافظ صفوان یوسف

تحریک طلباء اسلام چنیوٹ

سرپرست: پروفیسر خالد شبیر احمد

صدر: غلام مصطفیٰ (0302-7686690)

نائب صدر: محمد عدنان سلامت

سیکرٹری جنرل: حافظ شفقت

ڈپٹی سیکرٹری جنرل: حافظ ابوبکر

سیکرٹری اطلاعات: طلحہ شبیر (0308-3490056)

ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات ونشریات: محمد عدنان

تحریک طلباء اسلام رحیم یار خان

سرپرست: محمد مغیرہ رحیمی (0300-6773206)

صدر: محمد رفیع اللہ

نائب صدر: ہدایت اللہ رحمانی

سیکرٹری جنرل: محمد شہزاد ساقی

سیکرٹری اطلاعات ونشریات: محمد زُرارہ

تحریک طلباء اسلام چیچہ وطنی

سرپرست: عبداللطیف خالد چیمہ

صدر: ملک محمد آصف مجید (0301-6756941)

نائب صدر: محمد سلیم شاہ (0304-6464253)

سیکرٹری جنرل: محمد ذیشان آفتاب (0306-8747970)

ڈپٹی سیکرٹری جنرل: محمد معاویہ شریف

سیکرٹری اطلاعات ونشریات: یوسف شریف

ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات ونشریات: محمد احسن، حافظ بلال

- محمد قاسم چیمہ: مرکزی کنویز تحریک طلبہ اسلام پاکستان، فون نمبر: 0300-2039453
- چوہدری ثاقب افتخار، ڈپٹی کنویز تحریک طلبہ اسلام پاکستان، 0321-4305507
- طلحہ شبیر، ڈپٹی کنویز تحریک طلبہ اسلام پاکستان، 0308-3490056

تحریک طلبہ اسلام کے ماتحت شاخوں سے گزارش ہے کہ جلد از جلد رکنیت سازی اور انتخابات مکمل کروا کر مرکز کو مطلع کریں۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

● **جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی رحمۃ اللہ علیہ:** مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی ۸ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو طویل علالت کے بعد ملتان میں انتقال کر گئے۔ ۹ر ستمبر کو صبح ۱۰ بجے ابدالی مسجد ملتان میں اُن کی نمازِ جنازہ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ نے پڑھائی۔ حضرت سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہٗ، شیخ نذیر احمد صاحب (صدر مجلس احرار اسلام ملتان) احرار کارکنوں، دیگر دینی جماعتوں کے رہنماء وکارکنوں، مدرسہ معمورہ ملتان کے اساتذہ وطلباء اور دیگر مدارس کے علماء اور تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کی کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مرحوم ۳ر جولائی ۱۹۴۵ء کو پیدا ہوئے اور ۶۹ برس عمر پائی۔ آپ کے والد ماجد حافظ محمود خان سنجرانی رحمۃ اللہ علیہ بستی بوہڑ تونسہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت متقی اور مخلص انسان تھے۔ تونسہ سے ملتان آ گئے اور یہیں اُن کا انتقال ہوا۔ جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ نے مجلس احرارِ اسلام کی تجدید نو کی تو جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی ۱۷ برس کی عمر میں احرار سے وابستہ ہو گئے۔ پھر ہو تا دم آخر احرار سے ہی وابستہ رہے۔ انھوں نے تقریباً ۵۲ سال مجلس احرار اسلام کی رفاقت میں گزارے۔ وہ جماعت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی ایک مزدور محض تھے۔ تمام عمر رزق حلال کے حصول کے لیے محنت کرتے رہے۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقرب ترین کارکنوں میں اُن کا شمار ہوتا تھا۔ اُن کی تربیت میں حضرت شاہ جی کا بہت زیادہ حصہ تھا۔ وہ ایک مخلص، ایثار پیشہ اور انتھک کارکن تھے۔ تمام عمر احرار کارکن ہونے پر فخر کیا۔ پیشہ کے لحاظ سے خیاط تھے۔ ملتان میں اُن کی دکان تھی، کپڑوں کی سلائی کے ساتھ ساتھ احرار کا لٹریچر بھی فروخت کرتے۔ اس کے لیے الگ کاؤنٹر بنایا ہوا تھا۔ معاشی حالات کمزور ہوئے تو جدہ چلے گئے اور وہاں دکان بنالی۔ عربی ملبوسات تیار کرتے۔ کئی برس سعودی عرب رہے۔ انھی دنوں قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ بھی مدینہ طیبہ میں مقیم تھے۔ اکثر حضرت پیر جی سے ملاقات رہتی۔ شبِ جمعہ کو حرم مکہ میں حاضری معمول تھا۔ اسی طرح مدینہ طیبہ بھی مستقل حاضر ہوتے۔ دسترخوان وسیع تھا اور بہت باذوق تھے۔ مہمان کے اکرام کو بڑی سعادت سمجھتے، خوب مہمان نوازی کرتے اور بہت خوش ہوتے۔ یہ وصف تادم آخر ان میں موجود رہا۔ کئی سال بعد واپس وطن آ گئے اور جماعت کی سرگرمیوں میں حسبِ استطاعت حصہ لیتے رہے۔ مرحوم کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ دونوں بیٹے محمد اور احمد ڈاکٹر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، جناب عبداللطیف خالد چیمہ (ناظم اعلیٰ مجلس احرارِ اسلام پاکستان) سید محمد کفیل بخاری اور کارکنانِ احرار اُن کے پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ مرحوم کی بیوہ، بیٹوں، بیٹیوں، بھائیوں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (امین)

● **حافظ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ (خادم و منتظم مدرسہ ختمِ نبوّت مسجد احرار چناب نگر):** مسجد احرار چناب نگر کے خادم حافظ محمد علی صاحب ۲۲ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم ۱۹۸۹ء میں بطور خادم و منتظم مدرسہ ختمِ نبوّت مسجد احرار میں تعینات ہوئے اور ۲۵ برس کی لازوال دینی رفاقت کی یادیں چھوڑ کر عقبیٰ کے سفر کو روانہ ہوئے۔ حافظ محمد علی ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظ ختمِ نبوّت کے دوران

پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے انھیں تحفظ ختمِ نبوّت کے لیے قبول فرمایا اور انھوں نے نہایت پاکیزہ اور بے داغ زندگی گزاری۔ مدرسہ ختمِ نبوّت کا تمام بیت المال انہی کے سپرد تھا۔ انھوں نے پوری دیانت داری کے ساتھ اس کے حسابات کے اندراج کا اہتمام کیا۔ مدرسہ کی چیزوں کے استعمال میں انتہائی محتاط تھے۔ پچیس برس کی رفاقت میں اُن کی زبان سے کبھی غیبت نہیں سنی، کوئی برا لفظ کبھی استعمال نہیں کیا اور ذاتی کردار نہایت اجلا تھا۔ وہ صاف ستھرے کردار کے حامل صالح انسان تھے۔ مجلس احرار اسلام کے نہایت مخلص اور وفادار کارکن تھے۔ گزشتہ چند ماہ سے یرقان میں مبتلا تھے۔ جگر نے کام کرنا بند کر دیا۔ ۱۱رستمبر کو شدید بیمار ہوئے تو مدینہ ہسپتال فیصل آباد میں داخل کرا دیے گئے۔ مدرسہ ختمِ نبوّت کے اساتذہ مولانا محمود الحسن اور حافظ محمد ارشاد ہسپتال میں مستقل اُن کی خدمت میں رہے۔ بہت علاج کیا مگر وہ جانبر نہ ہو سکے اور ۲۲رستمبر کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ پسماندگان میں ایک بیوہ اور ایک بیٹی ہے۔ اُن کی اہلیہ بھی گزشتہ کئی برسوں سے بچیوں کو قرآن کریم حفظ کرا رہی ہیں۔ وہ مدرسہ ختمِ نبوّت کے سب سے قدیم کارکن اور خادم تھے۔ اُن کے انتقال سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلباء سب اُن کی جدائی میں سوگوار ہیں۔ مجلس احرار اسلام ایک مخلص و ایثار پیشہ کارکن سے محروم ہو گئی۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اپنی علالت کے باوجود چناب نگر پہنچے اور ۲۲رستمبر کو بعد نمازِ ظہر نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسرا جنازہ اُن کے آبائی گاؤں میں مغرب کے بعد پڑھا گیا۔ مسجد احرار کے خطیب اور مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد مغیرہ اور دیگر اساتذہ و طلباء اُن کی میت کے ساتھ گئے اور نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مرحوم جماعت کے کاموں میں بڑے جذبے کے ساتھ شریک ہوتے۔ ۱۲رربیع الاوّل کی ختم نبوّت کانفرنس، مجلس قرأت اور دیگر اجتماعات کے موقع پر نہایت سرگرمی سے انتظامی امور انجام دیتے۔ چنیوٹ شہر سے مدرسہ کے لیے ماہانہ عطیات کی وصولی، ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت کی ترسیل اور طلباء کے کھانے کے لیے سبزی دال وغیرہ روزانہ چنیوٹ سے لے کر آتے۔ انھوں نے نہایت اخلاص کے ساتھ سب کی خدمت کی۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ جناب عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، ملک محمد یوسف، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، حافظ گوہر علی اور دیگر مرکزی قیادت کے ذمہ داران نے حافظ محمد علی صاحب کے انتقال پر انتہائی صدمے اور غم کا اظہار کیا ہے۔ مرحوم کی بیوہ، بیٹی، بھائی اور تمام پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ حق تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور تمام رفقاء و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

● **مولانا مسعود بیگ شہید رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ بنوریہ کراچی کے رئیس):** حضرت مولانا مفتی محمد نعیم داماد مولانا مسعود بیگ کو ۱۴رذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۰رستمبر ۲۰۱۴ء نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ مولانا مسعود بیگ، جامعہ بنوریہ کے شعبہ بنات کے ناظم، کراچی یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں پروفیسر اور فاضل مدرس تھے۔ حضرت مفتی محمد نعیم مدظلہٗ کے دست راست اور قابل قدر معاون تھے۔ اُن کی شہادت سے حضرت مفتی صاحب کو شدید صدمہ پہنچا اور جامعہ بنوریہ ایک قابل استاد اور ماہر تعلیم سے محروم ہو گیا۔ حضرت قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، سید محمد کفیل بخاری اور جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے حضرت مفتی صاحب سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے شہید مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

● مولانا حافظ عزیز الرحمٰن ہاشمی رحمہ اللہ کے فرزند اور مولانا حبیب الرحمٰن ہاشمی (خطیب جامع مسجد نشتر میڈیکل کالج ملتان) کے بھتیجے حافظ محمد سیف الرحمٰن رحمہ اللہ: انتقال: ۲۸راگست ۲۰۱۴ء

● **جناب شفیق الدین فاروقی رحمہ اللہ:** شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ (امیر جمعیت علماء اسلام) کے داماد، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے منتظم اور معاصر ماہنامہ الحق کے رفیق جناب شفیق الدین فاروقی ۲۶؍ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اور دار العلوم حقانیہ کے اساتذہ وطلباء کے لیے یقیناً یہ بہت ہی گہرا صدمہ ہے۔ مدیر نقیبِ ختم نبوّت سید محمد کفیل بخاری نے ستمبر کے پہلے عشرہ میں دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہو کر حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم، مولانا حامد الحق حقانی اور مولانا محمد یوسف شاہ صاحب سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ (امین)

● **مولانا بلال احمد چوہان رحمہ اللہ:** مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے امیر مولانا بلال احمد ۱۴؍ ستمبر ۲۰۱۴ء کو رحلت کر گئے۔ مرحوم ۱۹۶۲ء میں مجلس احرارِ اسلام کی تجدید و تشکیلِ نو کے دور میں جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر و دعوت سے متاثر ہوئے اور مجلس احرارِ اسلام میں شامل ہو گئے۔ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ضلع رحیم یار خان میں جماعت کی شاخوں کے قیام اور ترقی کے لیے بے مثال خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا عبد الحق چوہان، مولوی قمر الدین چوہان، مولوی صالح محمد اور حافظ محمد اکبر رحمہم اللہ کے ساتھ مل کر جماعت کی تنظیم وتشکیل کے عمل میں کوشاں رہے۔ مولانا فقیر اللہ اور حافظ عبد الرحیم نیاز مرحوم اُن کے انتہائی قابلِ اعتماد رفقاء میں سے تھے۔ گزشتہ ایک سال سے یرقان کے مرض میں مبتلا تھے لیکن علالت کے باوجود جماعت کے کام میں پوری مستعدی کے ساتھ سرگرم رہے۔ وفات سے قبل جماعت کا پرچم منگوایا اور اپنے فرزند سے فرمایا اسے مکان پر لہرا دو۔ پھر فرمایا: اب یہ پرچم اترنا نہیں چاہیے اور جماعت سے وابستہ رہنا۔ مولانا فقیر اللہ نے اُن کی وفات پر کہا کہ اب مولانا بلال احمد جیسے باوفا اور بہادر کارکن کا ملنا مشکل ہے۔ ہم اُن کے بغیر اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہے ہیں۔ مولانا مرحوم کے جنازہ میں ضلع بھر سے کثیر تعداد میں احرار کارکنوں نے شرکت کی۔ حق تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے (امین)

● **شیر محمد چوہان مرحوم:** مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے قدیم کارکن حاجی عبد العزیز چوہان کے نواسے اور جام عبد الرشید کے نوجوان فرزند شیر محمد چوہان مرحوم۔ انتقال: ۱۲؍ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز جمعہ۔

● **عطاء المؤمن مرحوم:** قدیم احرار کارکن ڈاکٹر عطاء الرحمٰن (بستی مولویان رحیم یار خان) کے گیارہ سالہ بیٹے، عطاء المؤمن مرحوم۔ انتقال: ۲۰؍ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ۔

● **محمد منظور صاحب مرحوم:** جامع مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ کے خطیب مبلغ ختمِ نبوّت مولانا تنویر الحسن کے ماموں محمد منظور الحسن مرحوم۔ انتقال: ۲۰؍ ستمبر ۲۰۱۴ء

● دفتر احرار چیچہ وطنی کے کارکن حافظ محمد سلیم شاہ کے والدِ گرامی خلیل الرحمٰن شاہ 8۔ ستمبر کو انتقال فرما گئے، نماز جنازہ 110-7 آر چیچہ وطنی میں سید محمد کفیل بخاری نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبد اللطیف خالد چیمہ سمیت مختلف دینی وسیاسی رہنماؤں اور احرار کارکنوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

● مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امیر حافظ محمد اسماعیل صاحب کے بہنوئی چودھری امداد الحق ۲۴؍ ستمبر ۲۰۱۴ء کو چک نمبر ۱۶۱، گوجرہ میں انتقال فرما گئے ان کی نماز جنازہ مولوی محکم دین صاحب نے پڑھائی۔

● نمبردار منظور احمد صاحب (شہلی غربی، حاصل پور) کی اہلیہ ۸؍ ستمبر کو انتقال کر گئیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں (ادارہ)

گلے میں ہو خراش، آئے ورم یا آواز بیٹھ جائے
شربت
ٹُوت سیاہ
شربت
ٹُوت سیاہ
Sherbat Toot Siyah
120 ml
2 teaspoonful to be sipped gently three to four times a day
ہمدرد
سردی آتے اور جاتے وقت گلے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ایسے میں
گلے میں خراش، ورم آنے یا آواز بیٹھ جانے
کی شکایات عام ہوتی ہیں۔ ہمدرد شربت توت سیاہ کی چند خوراکیں گلے کی
ان شکایات کا فوری خاتمہ کرتی ہیں۔ اب سردی آئے یا جائے۔ آپ
کے گلے کو کیا گلہ۔ کیونکہ آپ کو تو ہے ہمدرد شربت توت سیاہ ملا۔
ہمدرد
بولو کھُل کھلا کے!

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE کیئر
PHARMACY فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 9 برانچز آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلی ہیں۔